فہرست

اس شمارے میں

اس شمارے میں | نعیم احمد | ۴

قرآنیات

سورۃ یونس (۷) | جاوید احمد غامدی | ۷

معارف نبوی

نظر بد کے سبب سے وضو کا حکم | امین احسن اصلاحی | ۱۲

نظم اجتماعی سے علیحدگی کا حکم | معز امجد/ شاہد رضا | ۱۶

مقالات

آسمانی کتابوں کی شرح ایک دوسرے کی مدد سے | امام حمید الدین فراہی | ۲۸

سیر و سوانح

حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ | محمد وسیم اختر مفتی | ۳۱

نقطۂ نظر

نظم قرآن: ایک مطالعہ | نذیر احمد علائی | ۳۵

یسئلون

سلطنت اسرائیل اور یہود سے متعلق قرآن کی پیشین گوئی | امین احسن اصلاحی | ۴۴

ادبیات

ایثار کی اعلیٰ ترین نظیر | شبلی نعمانی | ۴۹

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نعیم احمد

شمارے کا آغاز حسب روایت جناب جاوید احمد غامدی کے ترجمۂ قرآن ''البیان'' سے ہوا ہے۔ اس اشاعت میں سورۂ یونس (۱۰) کی آیات ۹۴-۱۰۹ کا ترجمہ اور مختصر حواشی شامل ہیں۔ یہ سورہ کا اختتامی حصہ ہے، اس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ آپ کا کام ایمان کی دعوت لوگوں تک پہنچا دینا ہے جو لوگ ایمان کی دولت قبول کریں گے، وہ دنیا اور آخرت میں کامیابی پائیں گے اور جو واضح نشانیوں کے بعد بھی اس کا انکار کریں گے تو رسوائی ان کا مقدر ہو گی۔

''معارف نبوی'' میں ''موطا امام مالک'' کی جس روایت کا انتخاب شامل ہے، اس میں نظر کے لگنے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ نظر بد ایک شیطانی کام ہے، اس سے دوسرا انسان متاثر ہو سکتا ہے۔ اس کے بجاے اپنے بھائی کے لیے برکت کی دعا کرنی چاہیے۔ ''معارف نبوی'' کے تحت ایک اور حدیث شامل ہے جس میں نظم اجتماعی سے علیحدگی کے حکم کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔ اس میں بیان ہوا ہے کہ جو شخص حکمران کی اطاعت سے علیحدہ ہوا، وہ جاہلیت کی موت مرا، لیکن اگر حکمران کوئی ایسا حکم دے جس سے اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو تو اس کی اطاعت لازم نہیں ہے۔

''مقالات'' میں مولانا حمید الدین فراہی کا مضمون ''آسمانی کتابوں کی شرح ایک دوسرے کی مدد سے'' شامل کیا گیا ہے۔ اس میں انھوں نے آسمانی کتابوں کی زبان اور طرز بیان کی وضاحت کی ہے اور اس کے ساتھ واضح کیا ہے کہ تمام کتابوں کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے۔ یہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ ان کتابوں میں جو معاملات قابل وضاحت رہ گئے ہیں، انھیں قرآن نے ہمارے سامنے کھول کر بیان کر دیا ہے۔

''سیر وسوانح'' کے تحت محمد وسیم اختر مفتی کے مضمون میں جلیل القدر صحابی حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس میں انھوں نے بتایا ہے کہ حضرت ضماد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج کرنے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے پاک کلمات سن کر ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے۔

''نقطۂ نظر'' میں ''نظم قرآن: ایک مطالعہ'' کے عنوان سے نذیر احمد علائی کا مضمون شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ اس

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

میں انھوں نے قرآن کے نظم پر سیر حاصل بحث اور قرآن کی سورتوں کا ایک دوسرے سے تعلق اور آیات کا ایک دوسرے سے مربوط ہونا واضح کیا ہے۔

''یسئلون'' میں مولانا اصلاحی سے پوچھا گیا یہ سوال نقل کیا گیا ہے کہ یہودیوں کو قرآن میں ملعون و مغضوب اور ذلیل قرار دیا گیا ہے۔لیکن فلسطین کی ریاست کی وجہ سے عرب پر یہ بھاری ہیں کہ آج عرب شاید ہی ان کا مقابلہ کر سکے۔مولانا اصلاحی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ قرآن میں یہود کے حوالے سے کوئی بات ایسی بیان نہیں ہوئی ہے جسے حالات و واقعات نے غلط ثابت کیا ہو۔لوگ عام طور پر اپنے ذہن میں کوئی بات فرض کر لیتے ہیں اور حالات کو اس کے مطابق دیکھتے ہیں اور جب مطابقت نہیں پاتے تو شک و شبہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔حقیقت میں اگر اختلاف ہوگا تو ان کی فرض کی ہوئی بات اور واقعات میں ہوگا۔

''ادبیات'' میں مولانا شبلی نعمانی کی ایک نظم شائع کی گئی ہے۔اس میں انھوں نے جنگ احد کے حوالے سے ایک انصاری خاتون سمیراء بنت قیس کے اعلیٰ ترین ایثار کو نظم کیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة یونس

(۷)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

فَاِنۡ کُنۡتَ فِیۡ شَکٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ فَسۡـَٔلِ الَّذِیۡنَ یَقۡرَءُوۡنَ الۡکِتٰبَ مِنۡ
قَبۡلِکَ لَقَدۡ جَآءَکَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَکُوۡنَنَّ
مِنَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَتَکُوۡنَ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ حَقَّتۡ عَلَیۡہِمۡ

سو، (اے پیغمبر)، تمھیں اگر اُس چیز کے بارے میں کوئی شک ہو جو ہم نے تمھاری طرف اتاری ہے[۱۱۱] تو (اہل کتاب کے) اُن (صالحین) سے پوچھ لو جو تم سے پہلے خدا کی کتاب پڑھ رہے ہیں[۱۱۲]۔ اِس میں شبہ نہیں کہ تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس حق ہی آیا ہے، لہٰذا ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ بنو اور نہ اُن لوگوں میں شامل ہو جنھوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ہے کہ تم بھی

۱۱۱؎ یہ خطاب بظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، مگر بات درحقیقت اُنھی لوگوں کو سنانی مقصود ہے جو آپ کی دعوت میں شک کر رہے تھے۔ مدعا یہ ہے کہ جو کچھ نازل کیا گیا ہے، وہ ایسا واضح حق ہے کہ کسی سلیم الطبع شخص کو اُس کے بارے میں کوئی تردد لاحق نہیں ہونا چاہیے۔

۱۱۲؎ اصل میں فعل 'یَقۡرَءُوۡنَ' استعمال ہوا ہے۔ یہ اپنے حقیقی مفہوم میں ہے، یعنی جو کتاب کو پڑھنے کا حق ادا کر رہے ہیں۔ اہل کتاب میں اِسی طرح کے لوگ تھے جن سے تائید و تصدیق کی توقع کی جا سکتی تھی۔

كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوۡ جَآءَتۡهُمۡ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ﴿۹۷﴾
فَلَوۡلَا كَانَتۡ قَرۡيَةٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَهَاۤ اِيۡمَانُهَاۤ اِلَّا قَوۡمَ يُوۡنُسَ لَمَّاۤ اٰمَنُوۡا كَشَفۡنَا عَنۡهُمۡ
عَذَابَ الۡخِزۡىِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰى حِيۡنٍ ﴿۹۸﴾

نامرادوں میں سے ہو جاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے پروردگار کی بات جن لوگوں پر پوری ہو چکی ہے[۱۱۳]، اُن کے سامنے خواہ ساری نشانیاں آجائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے، جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ سو ایسا کیوں نہ ہوا کہ قوم یونس کے سوا کوئی اور بستی بھی ایمان لاتی، پھر اُس کا ایمان اُسے نفع دیتا[۱۱۴]۔ جب اُس بستی کے لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب اُن سے ٹال دیا تھا اور ایک مدت کے لیے اُن کو رہنے بسنے کا موقع دیا تھا۔ ۹۴-۹۸

۱۱۳؎ یعنی یہ بات کہ جو لوگ حق کے سچے طالب نہیں ہوتے اور اپنے دلوں پر ضد اور ہٹ دھرمی کے قفل چڑھا لیتے ہیں، اُنھیں کبھی ایمان کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ہدایت وضلالت کے باب میں یہ سنت الٰہی اِس سے پہلے کئی جگہ بیان ہو چکی ہے۔

۱۱۴؎ یہ قریش کے لیے ترغیب وترہیب ہے کہ اب بھی موقع ہے، تم چاہو تو قوم یونس کی طرح تم بھی خدا کے پیغمبر پر ایمان لا کر اپنے آپ کو اُس عذاب سے بچا سکتے ہو جو اتمام حجت کے بعد اب تمھارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، اگر غور کیجیے تو اِس میں تسلی کا یہ مضمون بھی پیدا ہو گیا ہے کہ تمھاری قوم کے لوگ اگر نہیں مان رہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم سے پہلے جتنے رسول آئے ہیں، اُن کی قوم کے لوگ بھی عذاب الٰہی کو آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد ہی مان لینے کے لیے تیار ہوئے تھے۔ یونس علیہ السلام کی قوم کے سوا اِس معاملے میں کوئی استثنا نہیں ہے۔ یہی ایک قوم تھی جس کے لوگ عذاب کی گھڑی ظاہر ہونے سے پہلے پہلے متنبہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ اللہ نے اُنھیں ایمان کی توفیق بخشی اور وہ عذاب سے محفوظ رہے۔

یونس علیہ السلام وہی پیغمبر ہیں جن کا نام بائیبل میں یوناہ آیا ہے۔ اِن کا زمانہ ۸۶۰ اور ۷۸۴ قبل مسیح کے درمیان بتایا جاتا ہے۔ یہ اشور (اسیریا) والوں کی ہدایت کے لیے عراق میں مبعوث ہوئے تھے۔ نینویٰ کا مشہور شہر اِنھی اشور والوں کا دارالسلطنت تھا اور اُس زمانے میں تقریباً ۶۰ کلو میٹر کے دور میں پھیلا ہوا تھا۔ اِن کی قوم کے ایمان کا واقعہ

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ
حَتّٰی یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَیَجْعَلُ
الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اگر تمھارا پروردگار چاہتا تو زمین پر جتنے لوگ ہیں، سب ایمان لے آتے۔ پھر کیا لوگوں کو مجبور کرو گے کہ وہ مومن ہو جائیں[۱۱۵]؟ (اچھی طرح سمجھ لو کہ) اللہ کی اجازت کے بغیر کسی شخص کے لیے ممکن نہیں کہ وہ (پیغمبر پر) ایمان لائے۔ (یہ اجازت اُنھی کو ملتی ہے جو عقل سے کام لیں) اور جو عقل سے کام نہیں لیتے، اُن پر وہ گمراہی کی نجاست ڈال دیتا ہے۔۹۹-۱۰۰

بائیبل کے صحیفہ یوناہ میں اِس طرح بیان ہوا ہے:

”...تب یوناہ خداوند کے کلام کے مطابق اُٹھ کر نینوؔیٰ کو گیا اور نینوؔیٰ بہت بڑا شہر تھا۔ اُس کی مسافت تین دن کی راہ تھی۔ اور یوناہ شہر میں داخل ہوا اور ایک دن کی راہ چلا۔ اُس نے منادی کی اور کہا: چالیس روز کے بعد نینوؔیٰ برباد کیا جائے گا۔ تب نینوؔیٰ کے باشندوں نے خدا پر ایمان لا کر روزہ کی منادی کی اور ادنیٰ و اعلیٰ، سب نے ٹاٹ اوڑھا۔ اور یہ خبر نینوؔیٰ کے بادشاہ کو پہنچی اور وہ اپنے تخت پر سے اٹھا اور بادشاہی لباس کو اتار ڈالا اور ٹاٹ اوڑھ کر راکھ پر بیٹھ گیا۔ اور بادشاہ اور اُس کے ارکان دولت کے فرمان سے نینوؔیٰ میں یہ اعلان کیا گیا اور اِس بات کی منادی ہوئی کہ کوئی انسان یا حیوان، گلہ یا رمہ کچھ نہ چکھے اور نہ کھائے پیے۔ لیکن انسان اور حیوان ٹاٹ سے ملبس ہوں اور خدا کے حضور گریہ وزاری کریں، بلکہ ہر شخص اپنی بری روش اور اپنے ہاتھ کے ظلم سے باز آئے۔ شاید خدا رحم کرے اور اپنا ارادہ بدلے اور اپنے قہر شدید سے باز آئے اور ہم ہلاک نہ ہوں۔ جب خدا نے اُن کی یہ حالت دیکھی کہ وہ اپنی اپنی بری روش سے باز آئے تو وہ اُس عذاب سے جو اُس نے اُن پر نازل کرنے کو کہا تھا، باز آیا اور اُسے نازل نہ کیا۔“ (۳:۳-۱۰)

۱۱۵؎ مطلب یہ ہے کہ جب خدا نے اِس معاملے میں جبر کو پسند نہیں کیا تو تمھیں بھی پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ خدا اگر یہی چاہتا کہ زمین میں سب مومن و فرماں بردار ہی ہوں تو شجر و حجر کی طرح انسانوں کو بھی اِس طرح پیدا کر دیتا کہ وہ ہمیشہ اُس کے حکم کے پابند رہتے۔ مگر اُس نے ایسا نہیں چاہا۔ انسانوں کے معاملے میں اُس کی اسکیم یہ ہے کہ وہ آزادی اور اختیار کے ساتھ ایمان یا کفر میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں۔ جنت کی ابدی نعمتیں اِسی ایمان کا صلہ ہیں۔ تمھارا فرض وہی ہے جو تم نے پورا کر دیا ہے۔ خدا نے تم پر یہ ذمہ داری عائد نہیں کی ہے کہ لوگوں کو زبردستی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

قُلِ انۡظُرُوۡا مَا ذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا تُغۡنِی الۡاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنۡ قَوۡمٍ
لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلۡ یَنۡتَظِرُوۡنَ اِلَّا مِثۡلَ اَیَّامِ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ قُلۡ فَانۡتَظِرُوۡۤا
اِنِّیۡ مَعَكُمۡ مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّیۡ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا كَذٰلِكَ حَقًّا
عَلَیۡنَا نُنۡجِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰۳﴾

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ شَكٍّ مِّنۡ دِیۡنِیۡ فَلَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ
دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰكِنۡ اَعۡبُدُ اللّٰهَ الَّذِیۡ یَتَوَفّٰىكُمۡ وَاُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰۴﴾
وَاَنۡ اَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّیۡنِ حَنِیۡفًا وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدۡعُ

(یہ نشانی مانگتے ہیں)۔ اِن سے کہو، زمین اور آسمانوں میں کیا کچھ ہے، اُسے دیکھو۔ حقیقت یہ ہے کہ نشانیاں اور تنبیہات اُن لوگوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں جو ایمان لانا نہیں چاہتے[۱۱۶]۔ سو کیا یہ اُسی طرح کے کسی دن کا انتظار کر رہے ہیں، جس طرح کے دن اِن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو پیش آئے تھے؟ کہو، پھر انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ (اِنھیں بتا دو کہ) پھر (جب وہ دن آجاتا ہے تو) ہم اپنے رسولوں کو بچا لیتے ہیں اور (اُن کو بھی) جو اُن پر ایمان لائے ہوں۔ اِسی طرح ہمارا ذمہ ہے، ہم اُن کو بچا لیں گے جو ایمان لے آئے ہیں[۱۱۷]۔ ۱۰۱-۱۰۳

(اے پیغمبر)، کہہ دو کہ لوگو، میرے دین کے بارے میں اگر (اب بھی) شک میں ہو تو (سن لو کہ) تم اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہو، میں اُنھیں نہیں پوجتا، بلکہ اُس اللہ کو پوجتا ہوں جو تمھیں موت دیتا ہے (کہ جواب دہی کے لیے اُس کے سامنے حاضر ہو جاؤ)۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان

راہ راست پر لے آؤ۔

۱۱۶ اصل میں فعل 'یُؤۡمِنُوۡنَ' آیا ہے۔ آیت کے اسلوب سے واضح ہے کہ یہ یہاں ارادۂ فعل کے معنی میں ہے۔

۱۱۷ اور تمھارے معاملے میں وہی کریں گے جو پیغمبر کی طرف سے اتمام حجت کے بعد منکرین حق کے معاملے میں کرتے آئے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنۡفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۰۶﴾
وَاِنۡ یَّمۡسَسۡکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ہُوَ وَاِنۡ یُّرِدۡکَ بِخَیۡرٍ فَلَا رَآدَّ
لِفَضۡلِہٖ یُصِیۡبُ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ وَہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۰۷﴾
قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَکُمُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ فَمَنِ اہۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَہۡتَدِیۡ
لِنَفۡسِہٖ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡہَا وَمَاۤ اَنَا عَلَیۡکُمۡ بِوَکِیۡلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعۡ مَا
یُوۡحٰۤی اِلَیۡکَ وَاصۡبِرۡ حَتّٰی یَحۡکُمَ اللّٰہُ وَہُوَ خَیۡرُ الۡحٰکِمِیۡنَ ﴿۱۰۹﴾

لانے والوں میں سے ہوں اور (حکم دیا گیا ہے) کہ اپنا رخ یک سوئی کے ساتھ سیدھا اِسی دین کی طرف کرلو اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہو۔ اور (یہ بھی کہ) اللہ کے سوا اُن کو نہ پکارو جو نہ تم کو نفع پہنچا سکتے ہیں، نہ نقصان۔ پھر اگر یہی کرو گے تو یقیناً ظالموں میں سے ہو گے۔ اگر اللہ تمھیں کسی تکلیف میں پکڑ لے تو اُس کے سوا کوئی نہیں جو اُس کو دور کر سکے اور اگر تمھارے لیے کوئی بھلائی چاہے تو اُس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے، اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ بخشنے والا، بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ ۱۰۴-۱۰۷

اِن سے کہو کہ لوگو، تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس حق آ گیا ہے۔ اب جو ہدایت قبول کرے گا، وہ اپنے ہی لیے کرے گا اور جو بھٹکے گا، اُس کا وبال بھی اُسی پر آئے گا اور میں تمھارے اوپر کوئی ذمہ دار نہیں ہوں۔[۱۱۸] (اے پیغمبر)، تم اُس کی پیروی کرو جو تم پر وحی کی جاتی ہے اور صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔[۱۱۹] ۱۰۸-۱۰۹

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۱۸؎ یہ اعلان براءت ہے جو اتمام حجت کے بعد اور عذاب سے پہلے ہر پیغمبر کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

۱۱۹؎ یہ اُسی فیصلے کا حوالہ ہے جس کا ذکر آیت ۴۷ اور اُس کے بعد آیت ۱۰۳ میں ہوا ہے۔

امین احسن اصلاحی
ترتیب و تدوین: خالد مسعود-سعید احمد

نظر بد کے سبب سے وضو کا حکم

(اَلْوُضُوْءُ مِنَ الْعَیْنِ)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ أُسَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ یَقُوْلُ: إِغْتَسَلَ أَبِیْ سَهْلُ بْنُ حُنَیْفٍ بِالْخَرَّارِ فَنَزَعَ جُبَّةً كَانَتْ عَلَیْهِ وَ عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَةَ یَنْظُرُ، قَالَ: وَ كَانَ سَهْلٌ رَجُلًا أَبْیَضَ حَسَنَ الْجِلْدِ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَةَ: مَا رَأَیْتُ كَالْیَوْمِ وَلَا جِلْدَ عَذْرَاءَ قَالَ: فَوُعِكَ سَهْلٌ مَكَانَهُ وَاشْتَدَّ وَعْكُهُ فَأُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأُخْبِرَ أَنَّ سَهْلًا وُعِكَ وَأَنَّهُ غَیْرُ رَائِحٍ مَعَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ سَهْلٌ بِالَّذِیْ كَانَ مِنْ أَمْرِ عَامِرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: عَلَامَ یَقْتُلُ اَحَدُكُمْ أَخَاهُ؟ أَلَا بَرَّكْتَ إِنَّ الْعَیْنَ حَقٌّ تَوَضَّأْ لَهُ فَتَوَضَّأَ لَهُ عَامِرٌ فَرَاحَ سَهْلٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بِهِ بَأْسٌ.

ابواسامہ روایت کرتے ہیں کہ میرے باپ سہل بن حنیف نے خرار میں غسل کیا۔ وہ ایک جبہ پہنے ہوئے تھے۔ اسے اتارا تو عامر بن ربیعہ ان کو دیکھ رہے تھے۔ سہل بہت گورے اور خوب صورت جسم کے آدمی تھے۔ عامر بن ربیعہ نے کہا کہ آپ جیسا جسم آج تک میں نے کسی کنواری کا بھی نہیں دیکھا۔ سہل کو اسی وقت بخار آ گیا اور بخار شدید ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی آیا اور ان کو بتایا کہ سہل بن حنیف کو تپ چڑھ گیا ہے اور وہ تو اب آپ کے ساتھ جانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے تو سہل نے جو بات عامر بن ربیعہ کی طرف سے ہوئی تھی، وہ آپ کو بتائی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں بلا وجہ قتل کرتا ہے؟ تم نے ان کو برکت کی دعا کیوں نہیں دی۔ نظر تو حق ہے۔ اس کے لیے وضو کرو۔ عامر نے اس کے لیے وضو کیا تو سہل ٹھیک ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس حال میں روانہ ہو گئے کہ ان کو کوئی تکلیف نہ تھی۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حَدَّثَنِیُ مَالِكٌ عَنِ ابُنِ شَهَابٍ عَنُ اَبِیُ اُسَامَةَ بُنِ سَهُلِ بُنِ حُنَيُفٍ أَنَّهُ قَالَ: رَاٰی عَامِرُ بُنُ رَبِيُعَةَ سَهُلَ بُنَ حُنَيُفٍ يَغُتَسِلُ فَقَالَ: مَارَأَيُتُ كَالْيَوُمِ وَلَا جِلُدَ مُخُبَأَةٍ فَلُبِطَ سَهُلٌ فَأُتِیَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ فَقِيُلَ: يَارَسُوُلَ اللّٰهِ، هَلُ لَكَ فِیُ سَهُلِ بُنِ حُنَيُفٍ؟ وَاللّٰهِ، مَا يَرُفَعُ رَأُسَهُ فَقَالَ: هَلُ تَتَّهِمُوُنَ لَهُ أَحَدًا؟ قَالُوُا: نَتَّهِمُ عَامِرَ بُنَ رَبِيُعَةَ فَتَغَيَّظَ عَلَيُهِ وَقَالَ: عَلَامَ يَقُتُلُ أَحَدُكُمُ أَخَاهُ؟ أَلَا بَرَّكُتَ، اِغُتَسِلُ لَهُ فَغَسَلَ عَامِرٌ وَجُهَهُ وَيَدَيُهِ وَمِرُفَقَيُهِ وَرُكُبَتَيُهِ وَأَطُرَافَ رِجُلَيُهِ وَدَاخِلَةَ إِزَارِهِ فِیُ قَدَحٍ ثُمَّ صُبَّ عَلَيُهِ فَرَاحَ سَهُلٌ مَعَ النَّاسِ لَيُسَ بِهِ بَأُسٌ.

ابواسامہ بن سہل کہتے ہیں کہ عامر بن ربیعہ نے سہل بن حنیف کو غسل کرتے دیکھا تو انھوں نے کہا

کہ میں نے آج تک اتنا خوب صورت جسم کسی پردہ نشین کا بھی نہیں دیکھا۔اس پر سہل وہیں گر پڑے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی آیا اور پوچھا کہ یارسول اللہ، آپ کو کچھ سہل کا حال بھی معلوم ہے؟ خدا کی قسم، وہ تو سر بھی نہیں اٹھا رہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم ان کے بارے میں کسی کو متہم کرتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم تو عامر بن ربیعہ کو متہم کرتے ہیں۔آپ عامر پر غصے ہوئے اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں ناحق قتل کرتا ہے؟ تو نے ان کو برکت کی دعا کیوں نہ دی، اب اس کے لیے غسل کرو، تو عامر نے دھویا اپنا چہرہ، دونوں ہاتھ، کہنیاں، دونوں گھٹنے، پاؤں کے اطراف اور تہمد کا اندرون ایک برتن میں۔ پھر یہ سارا پانی سہل کے اوپر ڈال دیا تو وہ ٹھیک ہو گئے اور لوگوں کے ساتھ اس حال میں نکلے کہ ان کو کوئی تکلیف نہ تھی۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وضاحت

یہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ عامر بن ربیعہ نے سہل بن حنیف کو غسل کرتے دیکھا تو ان کی خوش رنگ جلد پر ایسی نگاہ ڈالی کہ وہ نظر بد کا شکار ہو کر اسی وقت گر پڑے اور انھیں شدید بخار آ گیا۔نظر بد ایک شیطانی کام ہے۔انسان کے اندر جو شیطان ہوتا ہے، وہ اس کا ذریعہ بنتا اور دوسرے آدمی کو متاثر کرتا ہے۔نظر بد بھی اعمال سفلیہ کی طرح کی ایک چیز ہے۔اس میں اتنی ہی تاثیر ہوتی ہے، جتنی سحر میں ہوتی ہے۔سحر قوت متخیلہ کو متاثر کرتا ہے، لیکن اتنا نہیں کہ آدمی اس کے نتیجہ میں مر جائے یا مخبوط الحواس ہو جائے۔اس کا اثر وقتی طور پر پڑتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے؟ تو اس سے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ نظر بد قتل تک متعدی ہو سکتی ہے۔اسی لیے اس روایت کی بنا پر یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ نظر بد کے نتیجہ میں اگر کوئی قتل ہو جائے تو کیا نظر بد ڈالنے والا قصاص میں قتل کر دیا جائے گا؟ فقہا کے ایک گروہ کے خیال میں وہ قتل کر دیا جائے گا، جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا یہ ہے کہ شریعت میں قتل کی تحقیق کا ایک ضابطہ ہے۔اس کے لیے شہادتیں لی جاتی ہیں، آلۂ قتل دیکھا جاتا ہے، مقتول کا جائزہ لیا جاتا ہے، اس کے بعد قاضی اپنا فیصلہ صادر کرتا ہے۔نظر بد میں شریعت کے ان ضابطوں پر عمل کرنا ممکن نہیں۔امام نووی کی رائے میں نظر بد کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

دوسری طرف قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال خبیثہ میں شیطان کو کسی پر سلطان یا کامل اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ آدمی کی جان ہی لے لے۔ زیادہ سے زیادہ وہ وسوسہ اندازی کر سکتا ہے، گناہ پر ابھار سکتا ہے اور وقتی طور پر کسی مشکل میں ڈال سکتا ہے۔ اس کی روشنی میں قتل سے مراد حقیقی قتل نہیں ہو سکتا، جس کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حوالہ دیا ہے۔

اگرچہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ کو بیان کرتی ہیں، لیکن ان میں بڑا فرق میرے نزدیک اس وجہ سے پیدا ہو گیا ہے کہ پہلی روایت کے راوی محمد بن ابی اسامہ ہیں، جبکہ دوسری محمد بن شہاب زہری سے مروی ہے۔ پہلی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ کو وضو کرنے کا حکم دیا اور سہل بن حنیف کے لیے برکت کی دعا کرنے کو کہا، جس سے سہل اچھے ہو گئے۔ یہ بات قرین قیاس اور شریعت کے مزاج کے مطابق ہے۔ دوسری روایت میں ابن شہاب نے اس کو ایک ٹوٹکا بنا کر پیش کیا ہے۔ ان کے کہنے کے مطابق، جس آدمی سے نظر بد لگی ہو، اس کو نہلایا جائے۔ تمام اعضا حتیٰ کہ زیر جامہ کے اعضا کو بھی دھو کر پانی ایک برتن میں جمع کیا جائے اور وہ تمام کا تمام مریض کے اوپر ڈالا جائے تو نظر بد کا اثر ختم ہو جائے گا اور مریض تندرست ہو جائے گا۔ یہ سب اوہام ہیں، ان کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ زہری کے مقاصد میں یہ بات بھی رہی ہے کہ یہود کے اعمال سفلیہ کو اسلام میں گھسایا جائے اور ایمان بالجبت (یا اعمال سفلیہ پر ایمان) یہود کی خصوصیت رہی ہے۔ ٹونے ٹوٹکے وغیرہ سب جبت کے قبیل سے ہیں۔

روایت میں غسل کے اس طریقہ کے لیے شاہ ولی اللہ نے بھی لکھا ہے کہ یہ ابن شہاب کی اپنی گرہ ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں کہ ان باتوں کا عقل سے کوئی تعلق نہیں۔ ٹونے ٹوٹکے دل سے مان لینے کی چیزیں ہیں۔ میرے نزدیک یہ قرآن کے خلاف اور یہود کے بقایا میں سے ہیں۔ صوفیوں کے ذریعے ان کو فروغ حاصل ہوا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

معز امجد
ترجمہ: شاہد رضا

نظم اجتماعی سے علیحدگی کا حکم

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

رُوِیَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَاٰی مِنْ أَمِیْرِہٖ شَیْءًا یَکْرَھُہُ فَلْیَصْبِرْ عَلَیْہِ، فَإِنَّہُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا وَمَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَمَاتَ عَلَیْہِ، إِلَّا مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً وَخَلَعَ رِبْقَۃَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِہٖ.

وَرُوِیَ أَنَّہُ قَالَ: مَنْ خَلَعَ یَدًا مِّنْ طَاعَۃٍ لَقِیَ اللّٰہَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَا حُجَّۃَ لَہُ. وَمَنْ مَاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ، مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً.

وَرُوِیَ أَنَّہُ قَالَ: مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَۃِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَۃَ فَمَاتَ، مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً. وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَاْیَۃٍ عِمِّیَّۃٍ یَغْضَبُ لِعَصَبَۃٍ أَوْ یَدْعُوْ إِلٰی عَصَبَۃٍ أَوْ یَنْصُرُ عَصَبَۃً فَقُتِلَ، فَقِتْلَۃٌ جَاھِلِیَّۃٌ. وَمَنْ خَرَجَ مِنْ أُمَّتِیْ عَلٰی أُمَّتِیْ، یَضْرِبُ بَرَّھَا وَفَاجِرَھَا وَلَا یَتَحَاشٰی مِنْ مُؤْمِنِھَا وَلَا یَفِیْ لِذِیْ عَھْدٍ عَھْدَہُ، فَلَیْسَ مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْہُ.

روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے حکمران میں

کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھی تو اسے چاہیے کہ اس پر صبر کرے، کیونکہ جو شخص ایک بالشت برابر بھی حکومت (کی اطاعت) سے نکلا[1] اور جس نے ایک بالشت برابر بھی (اپنے آپ کو) نظم اجتماعی سے علیحدہ کر لیا[2]، پھر وہ اسی حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا[3] اور اس نے اسلام کا قلادہ اپنے گلے سے اتار دیا[4]۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے حکمران کی اطاعت سے (جس کی وہ بیعت کر چکا تھا) ہاتھ کھینچ لیا[5]، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کے پاس (اپنے عمل کے لیے) کوئی عذر نہیں ہوگا[6]۔ اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے کسی حکمران کی بیعت نہیں کی ہوئی تھی[7]، وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: جو شخص (حکمران کی) اطاعت سے نکل گیا اور (اپنے آپ کو) نظم اجتماعی سے علیحدہ کر لیا، پھر (اسی حالت میں) مر گیا، وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور جو شخص کسی ایسی گمراہی میں لڑا[8] ـــــ وہ اپنی ہی کسی عصبیت کے لیے غصے میں آیا اور اپنی ہی عصبیت کے لیے لوگوں کو دعوت دی اور اپنی ہی کسی عصبیت کی مدد کی (قطع نظر اس کے کہ وہ غلط ہو یا صحیح) ـــــ اور (اس لڑائی میں) وہ قتل کر دیا گیا، اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ میرے پیروکاروں میں سے جس شخص نے میرے پیروکاروں پر حملہ کیا[9] اور ان کے نیک و بد کو (اندھا دھند) مارنے لگا اور امت کے مومنوں اور معاہدوں کے عہد کی پروا نہ کی[10]، اس شخص کا نہ مجھ سے کوئی تعلق ہے اور نہ میرا اس سے کوئی تعلق ہے[11]۔

ترجمے کے حواشی

۱۔ جیسا کہ گذشتہ روایات میں وضاحت ہو چکی ہے کہ آدمی کو صرف اسی صورت میں حکمران کے احکامات نہیں ماننے چاہییں، جب وہ اسے ایسی بات کا حکم دے جس سے خالق حقیقی کی معصیت لازم آتی ہو۔ ہر شخص سے اس بات کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ ریاست کے حکمرانوں کے فرماں بردار بن کر رہیں، سوائے اس صورت کے کہ آدمی کو

ایسی بات کا حکم دیا جائے جو خالق حقیقی کے حکم کے خلاف ہو۔

۲۔ جماعت سے علیحدہ ہونا، گویا ریاست کا فرماں بردار رہنے سے انکار کرنا ہے اور حکومت پر اپنا تسلط جمانے کے لیے ریاست کو غیر مستحکم کرنے کی ایک سعی ہے۔

۳۔ ''جاہلیت'' کی اصطلاح زمانۂ قبل از اسلام میں عربوں کی سماجی و اخلاقی حالت کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ ''وہ جاہلیت کی موت مرا'' سے مراد ہے کہ وہ شخص ایسے ہی مرا جیسے وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے تھا۔ بہ الفاظ دیگر، ایسا شخص اسلام کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی سے انکار کرتا ہے اور اپنے آپ کو اسی حالت میں لے جاتا ہے، جس میں وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے تھا۔

۴۔ ''اس نے اسلام کا قلادہ اپنے گلے سے اتار دیا'' اور ''وہ جاہلیت کی موت مرا''، دونوں جملے ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ ایسا شخص اس سماجی ضابطے کو نظر انداز کرنے کا مجرم ہے جس کا اسلام نے اسے پابند کیا ہے۔

۵۔ یعنی جو شخص اپنی بیعت اطاعت کو پورا کرنے سے انکار کرتا ہے۔

۶۔ اس نے ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جس کے نتیجے میں وہ روز قیامت میں اپنے آپ کو بچا نہ پائے گا۔

۷۔ جب ریاست کا قیام عمل میں آجائے، کسی شہری کو اس کے حکمرانوں کی بیعت سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے۔ روایتی معاشروں میں، یہ بیعت قبیلے اور خاندان کے بزرگوں یا افراد کی طرف سے در آئی تھی۔ تاہم عصر حاضر میں مقنّنہ کے احکامات کو ماننا ایسے ہی ہے، جیسے ان کی بیعت اطاعت کرنا۔

۸۔ اس طرح کہ وہ اپنے کسی گروہ کے حق میں یا کسی دوسرے گروہ کے خلاف اپنے تعصّبات کی وجہ سے اندھا ہو جائے، اور اس بات کی طرف توجہ نہ دے کہ انصاف اور اسلام اس سے کیا تقاضا کرتے ہیں۔

۹۔ یہ ایک فتنہ انگیزی کی طرف واضح اشارہ ہے، بہ ایں صورت کہ ایک مسلم ریاست کی قائم کردہ حکومت کے خلاف ایک فرد یا ایک گروہ مسلح تصادم کھڑا کر دے۔ تعلیمات اسلامیہ سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ جب زمین میں حکومت قائم ہو جائے تو اس کے پیرو کاروں کو اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے اور ہر حال میں اس کا فرماں بردار بن کر رہنا چاہیے۔ اس ضابطے سے مستثنیٰ، البتہ تین شرائط کا پایا جانا لازمی ہے:

ا۔ قائم حکومت اسلام کا کھلا اور واضح انکار کرے۔

ب۔ قائم حکومت کو عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل نہ ہو۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ج ۔لوگوں کا ایک گروہ ایسے حکمران کا تختہ الٹ دینے کی کوشش کرے جسے عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل ہو۔

تاہم، ان تین شرائط کے بعد مسلمانوں کو صرف اس قدر اجازت ہے کہ وہ قائم حکومت کے خلاف مسلح تصادم کے بغیر حکومت تبدیل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ قائم حکومت کے خلاف مسلح تصادم سے قبل ایک اضافی شرط، جس کو پورا کرنا ضروری ہے، یہ ہے کہ مسلح تصادم کا سہارا لینے والے ایسے گروہ کو اس خطۂ زمین میں خود حکومت کی زمام سنبھالنی چاہیے۔

۱۰۔معاہدین یا مسلم ریاست کے وہ غیر مسلم شہری تھے جنھوں نے ایک معاہدے کے تحت ریاست کی شہریت کو اپنی رضامندی سے اختیار کیا۔ اس طرح کے شہریوں کے حقوق وفرائض ان کے اور مسلم ریاست کے مابین متفقہ ایک مخصوص معاہدے کے ذریعے سے مقرر کیے جاتے، جس کی رو سے وہ مسلم ریاست کے شہری بن جاتے۔ مسلم ریاست اور تمام مسلمان شہری ہر حال میں اس معاہدے کے احترام اور اس کی پاس داری کے پابند ہیں۔

۱۱۔یعنی اس عمل کے سبب اس طرح کے افراد یا گروہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ بہ الفاظ دیگر، اس طرح کے لوگوں کو اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں میں سے نہیں گردانا چاہیے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

خلاصہ

ریاست اسلامی اور اس کی حکومت کے قیام کے بعد ریاست کے تمام شہریوں کو سماجی و سیاسی نظم وضبط کی زندگی بسر کرنی چاہیے، اور ریاست کے قوانین اور حکمرانوں کے احکامات کی اطاعت کے انکار سے باز رہنا چاہیے، یہاں تک کہ حکمرانوں اور ان کے کسی حکم کی ناپسندیدگی میں بھی۔ وہ فرد (یا افراد کا ایک گروہ) جو اپنے آپ کو سماجی و سیاسی نظم سے علیحدہ کر لے اور مسلم ریاست کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش کرے، وہ گویا اسلام کی عائد کردہ پابندیوں سے اپنے آپ کو آزاد کر لیتا ہے اور روز قیامت اس کے پاس اپنے اس عمل کے لیے کوئی عذر باقی نہیں ہو گا۔ مزید براں، اگر کوئی فرد مسلم ریاست کی حکومت کو غیر مستحکم کرنے کے لیے نظم کو درہم برہم کرتے، زمین میں فساد برپا کرتے اور ریاست کے معصوم شہریوں کی زندگیوں کو خطرے میں ڈالتے ہوئے ایک سماجی نظم کے خلاف مسلح جدوجہد کرتا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تعلیمات کے ساتھ تمام تعلقات منقطع کر لیتا ہے۔

یہ روایات واضح طور پر قرآن مجید پر مبنی ہیں جو، اولاً مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ حکمرانوں کے اطاعت گذار رہیں

(النساء۴:۵۹)، ثانیاً فساد فی الارض پھیلانے والوں کے لیے سخت سزا مقرر کرتا ہے (المائدہ۵:۳۳)۔

متون

پہلی روایت بخاری، رقم ۶۶۴۵-۶۶۴۶؛ مسلم، رقم ۱۸۴۹، ۱۸۴۹ ا، ۱۸۴۹ ب؛ دارمی، رقم ۲۵۱۹؛ ابوداؤد، رقم ۴۷۵۸؛ احمد، رقم ۲۴۸۷، ۲۷۰۲، ۲۸۲۶- ۲۸۲۷، ۱۵۷۱۹، ۱۵۷۳۱، ۲۱۶۰۰؛ بیہقی، رقم ۱۶۳۹۱، ۱۶۳۹۳؛ عبدالرزاق، رقم ۲۰۷۰۹ اور ابویعلیٰ، رقم ۲۳۴۷، ۲۰۳ میں روایت کی گئی ہے۔

دوسری روایت مسلم، رقم ۱۸۵۱، ۱۸۵۱ ا، ۱۸۵۱ ب، ۱۸۵۱ ج؛ احمد، رقم ۵۵۵۱، ۵۷۱۸، ۵۸۹۷، ۶۱۶۶، ۶۴۲۳، ۱۵۷۳۴، ۱۶۹۲۲؛ بیہقی، رقم ۱۶۳۸۹؛ ابن حبان، رقم ۴۵۷۳، ۴۵۷۸؛ ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۲۰۰ اور ابویعلیٰ، رقم ۵۳۷۵ میں روایت کی گئی ہے۔

تیسری روایت مسلم، رقم ۱۸۴۸، ۱۸۴۸ ا، ۱۸۴۸ ب، ۱۸۴۸ ج، ۱۸۴۸ د؛ نسائی، رقم ۴۱۱۴؛ احمد، رقم ۷۹۳۱، ۸۰۴۷، ۱۰۳۳۸-۱۰۳۳۹؛ ابن حبان، رقم ۴۵۷۹-۴۵۸۰؛ بیہقی، رقم ۱۶۳۸۸، ۲۰۸۶۴؛ سنن النسائی الکبریٰ، رقم ۳۵۷۹- ۳۵۸۰؛ ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۲۴۳ اور عبدالرزاق، رقم ۲۰۷۰۷ میں روایت کی گئی ہے۔

www.javedahmadghamidi.org

پہلی روایت

'من رأى من أميره شيئًا يكرهه فليصبر عليه' (جس شخص نے اپنے حکمران میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھی تو اسے چاہیے کہ اس پر صبر کرے) کے الفاظ بخاری، رقم ۶۶۴۶ میں روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً بخاری، رقم ۶۶۴۵ میں 'من رأى من أميره شيئًا يكرهه' (جس شخص نے اپنے حکمران میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھی) کے الفاظ کے بجائے 'من كره من أميره شيئًا' (جس شخص نے اپنے حکمران میں کوئی چیز ناپسند کی) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۸۲۶ میں ان الفاظ کے مترادف الفاظ 'أيما رجل كره من أميره أمرًا' (جس شخص نے اپنے حکمران میں کوئی معاملہ ناپسند کیا) روایت کیے گئے ہیں۔

'فإنه من خرج من السلطان شبرًا' (کیونکہ جو شخص بالشت برابر بھی حکومت (کی اطاعت) سے نکلا) کے الفاظ بخاری، رقم ۶۶۴۵ میں روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۹ ب میں 'فإنه من خرج من السلطان' (کیونکہ جو شخص حکومت (کی

اطاعت) سے نکلا) کے الفاظ کے بجائے 'فإنه ليس أحد من الناس خرج من السلطان' (کیونکہ وہ شخص لوگوں میں سے نہیں ہے جو حکومت (کی اطاعت) سے نکلا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۸۲۶ میں یہ الفاظ 'فإنه ليس أحد من الناس يخرج من السلطان' (کیونکہ وہ شخص لوگوں میں سے نہیں ہے جو حکومت (کی اطاعت) سے نکلتا ہے) روایت کیے گئے ہیں۔

'من فارق الجماعة شبرًا فمات إلا مات ميتة جاهلية' (جس نے ایک بالشت برابر بھی (اپنے آپ کو) نظم اجتماعی سے علیحدہ کر لیا، پھر وہ اسی حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا) کے الفاظ بخاری، رقم ۶۶۴۶ میں روایت کیے گئے ہیں، جبکہ لفظ 'فمات' (پھر وہ مر گیا) کے بعد لفظ 'عليه' (اسی حالت میں) مسلم، رقم ۱۸۴۹ب میں روایت کیا گیا ہے۔

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۱۶۰۰ میں 'من فارق الجماعة' (جس شخص نے اپنے آپ کو نظم اجتماعی سے علیحدہ کر لیا) کے الفاظ کے بجائے 'من خالف الجماعة' (جس شخص نے نظم اجتماعی کی مخالفت کی) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً ابو یعلیٰ، رقم ۲۳۴۷ میں یہ الفاظ 'من يفارق الجماعة' (جو شخص اپنے آپ کو نظم اجتماعی سے علیحدہ کر لیتا ہے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۱۶۳۹۳ میں یہ الفاظ 'ليس أحد يفارق الجماعة' (کوئی شخص نہیں جو (اپنے آپ کو) نظم اجتماعی سے علیحدہ کر لیتا ہے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً دارمی، رقم ۲۵۱۹ میں یہ الفاظ 'ليس من أحد يفارق الجماعة' (کوئی شخص نہیں جو (اپنے آپ کو) نظم اجتماعی سے علیحدہ کر لیتا ہے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۲۷۰۲ میں یہ الفاظ 'ما أحد يفارق الجماعة' (کوئی شخص نہیں جو (اپنے آپ کو) نظم اجتماعی سے علیحدہ کر لیتا ہے) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۱۶۳۹۳ میں لفظ 'شبرًا' (بالشت) کے بجائے 'قيد شبر' (بالشت کے برابر) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۱۶۳۹۳ میں لفظ 'فمات' (پھر وہ مر گیا) کے بجائے اس کا مترادف لفظ 'فيموت' (پھر وہ مر جاتا ہے) روایت کیا گیا ہے۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۹ا میں 'إلا مات ميتة جاهلية' (تو وہ جاہلیت کی موت مرا) کے الفاظ

کے بجائے 'فميتة جاهلية' (پھر یہ جاہلیت کی موت ہوگی) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۷۲۴۸ میں یہ الفاظ 'فميتته جاهلية' (پھر اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی) روایت کیے گئے ہیں۔

'خلع ربقة الإسلام من عنقه' (اس نے اسلام کا قلادہ اپنے گلے سے اتار دیا) کے الفاظ ابوداؤد، رقم ۴۷۵۸ میں روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۱۵۷۱۹ میں راویوں نے اوپر مذکورہ متن میں بعض اضافے بھی کیے ہیں۔ اضافے والی روایت درج ذیل ہے:

إنها ستكون من بعدي أمراء، يصلون الصلوٰة لوقتها ويؤخرونها عن وقتها فصليتموها معهم فلكم وعليهم. من فارق الجماعة مات ميتة الجاهلية ومن نكث العهد ومات ناكثًا للعهد، جاء يوم القيامة لا حجة له.

''بے شک، میرے بعد ایسے حکمران آئیں گے جو (بعض اوقات) اپنے (مقررہ) وقت پر نماز ادا کریں گے اور (بعض اوقات) ان کے (مقررہ) وقت سے مؤخر کریں گے۔ چنانچہ تم (ہر حال میں، یہاں تک کہ وہ اسے مؤخر بھی کریں تو) ان کے ساتھ نماز ادا کرو، تمھیں اس کی جزا ملے گی اور (اسے مؤخر کرنے کا) بوجھ ان پر ہوگا۔ جس شخص نے (اپنے آپ کو) نظم اجتماعی سے علیحدہ کر لیا، وہ جاہلیت کی موت مرا اور جس نے عہد توڑا اور عہد توڑنے کی حالت میں وہ مر گیا، وہ روز قیامت میں (اللہ تعالیٰ کے پاس) اس حالت میں آئے گا کہ (اپنے اس رویے کے لیے) اس کے پاس کوئی عذر باقی نہیں ہوگا۔''

اس اضافے کے ساتھ یہ روایت احمد، رقم ۱۵۷۱۹، ۱۵۷۳۱؛ عبدالرزاق، رقم ۳۷۷۹ اور ابویعلیٰ، رقم ۷۲۰۳ میں روایت کی گئی ہے۔

روایت کا یہ اضافی حصہ الگ بھی روایت کیا گیا ہے اور اس تالیف میں اسے ایک الگ روایت کے طور پر لیا گیا ہے۔ تاہم، اضافی متن والی روایت صرف عاصم بن عبیداللہ کے ذریعے سے روایت کی گئی ہے جن کو ضعف حفظ وفہم والے راوی کے طور پر گردانا گیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دوسری روایت

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۱۵۵۵۱ میں 'من خلع یدًا من طاعة' (جس شخص نے اپنا ہاتھ اطاعت سے کھینچا) کے الفاظ کے بجائے 'نزع یدًا من طاعة اللّٰه' (جس شخص نے اپنا ہاتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے کھینچا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۵۸۹۷ میں ان الفاظ کے بجائے 'من مات علی غیر طاعة اللّٰه' (جو شخص غیر اللہ کی اطاعت میں مرا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۱۵۵۵۱ میں 'لقی اللّٰه یوم القیامة' (وہ اللہ تعالیٰ سے روز قیامت میں ملے گا) کے الفاظ کے بجائے 'فإنه یأتی یوم القیامة' (بے شک، وہ روز قیامت میں آئے گا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۵۸۹۷ میں ان الفاظ کے بجائے 'مات' (وہ مر گیا) کا لفظ روایت کیا گیا ہے۔

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۵۷۱۸ میں 'لقی اللّٰه یوم القیامة لا حجة له' (وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کے پاس (اپنے عمل کے لیے) کوئی عذر نہیں ہوگا) کے الفاظ کے بجائے 'لم تکن له حجة یوم القیامة' (روز قیامت میں اس کے پاس (اپنے عمل کے لیے) کوئی عذر نہیں ہوگا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۱۶۳۸۹ میں 'لا حجة له' (اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہوگا) کے الفاظ کے بجائے 'و لا حجة له' (اور اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہوگا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۱۵۵۵۱ میں 'ولیس فی عنقه بیعة' (اور اس نے کسی حکمران کی بیعت نہیں کی ہوئی تھی) کے الفاظ کے بجائے 'وهو مفارق للجماعة' (جبکہ وہ (اپنے آپ کو) نظم اجتماعی سے علیحدہ کرنے والا ہو) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۵۸۹۷ میں ان الفاظ کے بجائے 'وقد نزع یده من بیعة' (جبکہ وہ (کسی حکومت کی) بیعت سے ہاتھ کھینچ چکا ہو) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۵۷۱۸ میں ان الفاظ کے بجائے 'مفارقًا للجماعة' (نظم اجتماعی سے علیحدگی کی حالت میں) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً ابن حبان، رقم ۴۵۷۸ میں یہ الفاظ 'مفارق الجماعة' ((اپنے آپ کو) نظم اجتماعی سے علیحدہ کرتے ہوئے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۱۶۹۲۲ میں یہ الفاظ 'ولیس علیه إمام' (اس پر کسی حکمران کے بغیر) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۲۰۰

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

میں یہ الفاظ 'و لا طاعة علیه' (جبکہ وہ (کسی حکومت کی) بیعت کا پابند نہیں ہے) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۵۵۵۱ میں 'مات میتة جاهلیة' (وہ جاہلیت کی موت مرا) کے الفاظ کے بجاے 'فإنه یموت میتة جاهلیة' (کیونکہ وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۵۷۱۸ میں ان الفاظ کے بجاے ان کے مترادف الفاظ 'فإنه یموت موت الجاهلیة' (کیونکہ وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً ابن حبان، رقم ۴۵۷۸ میں ان الفاظ کے بجاے ان کے مترادف الفاظ 'فإنه یموت موتة الجاهلیة' (کیونکہ وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۵۸۹۷ میں یہ الفاظ 'کانت میتته میتة ضلالة' (اس کی موت گمراہی کی موت ہوگی) روایت کیے گئے ہیں۔

احمد، رقم ۶۱۶۶ میں روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من نزع یدًا من طاعة أو فارق الجماعة مات میتة الجاهلیة.

''جس شخص نے اطاعت سے ہاتھ کھینچا یا (اپنے آپ کو) نظم اجتماعی سے علیحدہ کیا، وہ جاہلیت کی موت مرا۔''

ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۲۰۰ میں روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من مات و لا طاعة علیه، مات میتة جاهلیة. و من خلعها بعد عقده إیاها فلا حجة له.

''جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے (کسی حکومت کی) بیعت نہیں کی ہوئی تھی، وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور جس شخص نے حلف اٹھانے کے بعد اسے اتار دیا، اس کے پاس (اپنے عمل کے لیے) کوئی عذر باقی نہیں ہوگا۔''

احمد، رقم ۱۵۷۳۴ میں ایک اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من مات و لیست علیه طاعة مات میتة جاهلیة، فإن خلعها من بعد عقدها فی عنقه لقی الله تبارك و تعالی و لیست له حجة. ألا لا یخلون رجل بإمرأة لا تحل له فإن ثالثهما الشیطان إلا محرم. فإن

''جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے (کسی حکومت کی) بیعت نہیں کی ہوئی تھی، وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور جس شخص نے حلف اٹھانے کے بعد اسے اتار دیا، وہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس (اپنے عمل کے لیے) کوئی عذر باقی نہیں ہو

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

الشیطان مع الواحد وھو من الإثنین أبعد. من ساء ته سیئته وسرته حسنته فھو مؤمن. قال حسن: بعد عقده إیاھا فی عنقه.

گا۔ آگاہ رہو، کسی شخص کو سوائے محرم کے کسی ایسی عورت کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے جو اس کے لیے حلال نہ ہو، کیونکہ ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا۔ بے شک، شیطان تنہا شخص کے قریب ہے اور دو اشخاص سے دور ہے۔ جس شخص کو اس کی برائی بری لگے اور نیکی خوش کرے، وہ مومن ہے۔ حسن نے 'بعد عقده إیاھا فی عنقه' کے الفاظ روایت کیے ہیں۔''

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ راویوں میں سے کسی کی طرف سے غلطی ہوئی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متفرق احادیث کو ایک ہی حدیث کے طور پر روایت کیا گیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تیسری روایت

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۱۰۳۳۹ میں 'من خرج من الطاعة وفارق الجماعة' (جو شخص (حکمران کی) اطاعت سے نکل گیا اور (اپنے آپ کو) نظم اجتماعی سے علیحدہ کر لیا) کے الفاظ کے بجائے 'من فارق الجماعة وخالف الطاعة' (جس شخص نے (اپنے آپ کو) نظم اجتماعی سے علیحدہ کر لیا اور (حکومت کی) اطاعت سے انکار کر دیا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۸۰۴۷ میں یہ الفاظ 'من فارق الجماعة وخرج من الطاعة' (جس شخص نے (اپنے آپ کو) نظم اجتماعی سے علیحدہ کر لیا اور (حکومت کی) اطاعت سے نکل گیا) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً عبد الرزاق، رقم ۳۷۲۴۳ میں یہ الفاظ 'من ترك الطاعة وفارق الجماعة' (جس شخص نے (حکومت کی) اطاعت ترک کر دی اور نظم اجتماعی سے علیحدہ ہو گیا) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۸ ج میں لفظ 'فمات' (پھر وہ مر گیا) کے بجائے اس کا مترادف 'ثم مات' (پھر وہ مر گیا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۲۰۸۶۴ میں 'فمات، مات میتة جاھلیة' (پھر وہ اسی حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا) کے الفاظ کے بجائے 'فمات میتة جاھلیة' (تو وہ جاہلیت کی موت مرا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۱۰۳۳۸ میں یہ الفاظ 'فمات، فمیتته جاھلیة' (پھر وہ (اسی حالت

میں) مر گیا، تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۸ج میں ’یغضب لعصبة أو یدعو إلی عصبة أو ینصر عصبة‘ (وہ اپنی ہی کسی عصبیت کے لیے غصے میں آیا اور اپنی ہی عصبیت کے لیے لوگوں کو دعوت دی اور اپنی ہی کسی عصبیت کی مدد کی) کے الفاظ کے بجاے ’یغضب للعصبة و یقاتل للعصبة‘ (اپنے خاندان کے لیے غصے میں آئے اور اپنے خاندان کے لیے لڑے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۱۶۳۸۸ میں لفظ ’عصبة‘ (خاندان) کے بجاے ’عصبیة‘ (قبیلہ) کا لفظ روایت کیا گیا ہے۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۸ج میں ’فقتل فقتلة جاهلیة‘ (وہ قتل کر دیا گیا تو اس کا قتل ایک جاہلیت کا قتل ہوگا) کے الفاظ کے بجاے ’فلیس من أمتي‘ (تو وہ میرے پیروکاروں میں سے نہیں ہے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۲۰۸۶۴ میں یہ الفاظ ’فقتل، فقتلته جاهلیة‘ (وہ (اس لڑائی میں) قتل کر دیا گیا تو اس کا قتل جاہلیت کا قتل ہوگا) روایت کیے گئے ہیں۔

’من خرج من أمتي علی أمتي‘ (میرے پیروکاروں میں سے جس شخص نے میرے پیروکاروں پر حملہ کیا) کے الفاظ مسلم، رقم ۱۸۴۸ج میں روایت کیے گئے ہیں۔ بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۸ا میں یہ الفاظ ’و من خرج علی أمتي‘ (اور جس شخص نے میرے پیروکاروں پر حملہ کیا) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۱۰۳۳۸ میں یہ الفاظ ’و من خرج من أمتي‘ (اور میرے پیروکاروں میں سے جس شخص نے حملہ کیا) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۸۰۴۷ میں یہ الفاظ ’من خرج علی أمتي بسیفه‘ (جس شخص نے تلوار کے ساتھ میرے پیروکاروں پر حملہ کیا) روایت کیے گئے ہیں۔

’و لا یتحاشی من مؤمنها‘ (اور ان کے مومن کی پروا نہ کرتے ہوئے) کے الفاظ مسلم، رقم ۱۸۴۸ا میں روایت کیے گئے ہیں۔ بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۸ا میں یہ الفاظ ’لا یتحاش من مؤمنها‘ (اور ان کے مومن کی پروا نہ کرتے ہوئے) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۸۰۴۷ میں یہ الفاظ ’لا یتحاشی مؤمنًا لإیمانه‘ (کسی مومن کے ایمان کی پروا نہ کرتے ہوئے) روایت کیے گئے ہیں؛ جبکہ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۷۹۳۱ میں یہ الفاظ ’لا یتحاشی لمؤمنها‘ (ان کے مومن کی پروا نہ کرتے ہوئے) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً مسلم، رقم ۱۸۴۸ ج میں 'و لا یفی لذی عهد عهده' (اور کسی معاہد سے اپنا عہد پورا نہیں کرتا) کے الفاظ کے بجاے 'و لا یفی بذی عهدها' (اور اپنے معاہد سے عہد پورا نہیں کرتا) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۱۶۳۸۸ میں یہ الفاظ 'و لا یفی لذی عهدها' (اور اپنے معاہد سے عہد پورا نہیں کرتا) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۸۰۴۷ میں یہ الفاظ 'و لا یفی لذی عهد بعهده' (اور کسی معاہد سے اپنا عہد پورا نہیں کرتا) روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۲۰۸۶۴ میں 'فلیس منی ولست منه' (اس شخص کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے) کے الفاظ کے بجاے 'فلیس من أمتی' (تو وہ میرے پیروکاروں میں سے نہیں ہے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

امام حمید الدین فراہی

آسمانی کتابوں کی شرح ایک دوسرے کی مدد سے

یہاں میرا مقصد صرف اس شرح وتوضیح سے ہے جس کا تعلق زبان اور اسالیب بیان سے ہے، باقی رہے احکام و قوانین اور واقعات وقصص تو ان کے متعلق ایک دوسرے مقدمہ میں گفتگو کروں گا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

یہ معلوم ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا کلام جس کی روایت یونانی زبان میں ہوئی، دراصل عبرانی زبان میں تھا۔ انجیل اور توریت کی زبان ایک ہی ہے۔ اور یہ امر بھی ہر شخص کو معلوم ہے کہ عربی اور عبرانی جو آسمانی کتابوں کی زبانیں ہیں، دونوں ایک ہی اصل سے نکلی ہیں۔ ایسی صورت میں ناگزیر ہے کہ ان دونوں میں نہایت گہری مماثلت ومشابہت ہو اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کے معانی کی طرف رہبری کرے۔ پھر ان تمام صحیفوں کے مطالب بھی ایک سے ہیں۔ یہ سب وحی کے پاک سرچشمے سے نکلی ہیں، اس لیے بھی ان میں یکسانی وہم رنگی ہونا قدرتی ہے۔ علاوہ ازیں قرآن نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ جو امور اہل کتاب پر مشتبہ رہ گئے، قرآن ہمارے لیے ان کی تفصیل کرے گا، پس ان امور کا جاننا بھی فائدے سے خالی نہیں ہے۔ نیز قرآن مجید پچھلی آسمانی کتابوں کا مصدق ہے تو ان کی باہمی موافقت اور سازگاری لازماً ایمان کی زیادتی اور اطمینان قلب کا باعث ہوگی۔ پھر قرآن جھگڑے کو چکانے والی اور اختلافات کو رفع کرنے والی کتاب بن کر نازل ہوا ہے، اور اس کے ماسوا اکثر کتب منزلہ تخیل اور شعر ہیں۔ لہٰذا جو لوگ ان کتابوں کو سمجھنا چاہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ ان کو قرآن کی روشنی میں سمجھیں۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ یہ پرانے صحیفے متروک ہو چکے ہیں، اس وجہ سے ان کی زبان مٹ چکی ہے۔ اب اگر کوئی شخص ان کو سمجھنا چاہے تو اس کے لیے صرف ایک ہی شکل ہے کہ انھیں لغت قرآن کی رہنمائی سے سمجھے۔

ان باتوں کی طرف میرا ذہن اس لیے گیا کہ میں جانتا ہوں کہ انجیل اور توریت کی بہت سی باتیں ان کے ماننے والوں کے لیے فتنہ بن گئی ہیں، حالاں کہ اگر وہ عربی زبان جانتے ہوتے تو اس گمراہی میں نہ پڑتے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ ''آدمی لفظوں سے ہلاک ہوتا ہے اور معانی سے نجات پاتا ہے۔'' یہ لوگ الفاظ پر جم گئے، اس لیے ان پر ہدایت کی راہ نہ کھل سکی۔ اسی سے ملتا جلتا حال مسلمانوں کا ہے۔ بعض مسلمان انجیل کی بعض عبارتوں کا مذاق اڑاتے ہیں، حالاں کہ اگر وہ قرآن کی تعلیم سے ان کو مطابقت دے سکیں تو ان کو معلوم ہو کہ ان باتوں کے ماننے کی سب سے بڑی ذمہ داری مسلمانوں ہی پر ہے۔ قرآن میں ہم کو متشابہات پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے کہ آخر یہ حکم دوسری آسمانی کتابوں کے متعلق بھی کیوں نہ ہو۔ قرآن مجید میں صاف وارد ہے کہ اگر ایک شخص ایک بات کی تاویل نہ جاننے کی وجہ سے اس کا انکار کر دے تو وہ سخت گنہ گار ہے:

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ. (یونس ۱۰: ۳۹)

''بلکہ انھوں نے اس چیز کا انکار کیا جو ان کے علم کے دائرہ میں نہ سما سکی اور جس کی حقیقت ان کے سامنے ابھی نمودار نہیں ہوئی۔ ایسے ہی ان لوگوں نے انکار کیا جو ان سے پہلے تھے، تو دیکھو ظالموں کا انجام کیا ہوا۔''

اسی کے مطابق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا: 'لا تصدّقوا أهل الكتٰب' ''اہل کتاب کی تصدیق نہ کرو''، (یعنی جو کچھ کتب مقدسہ سے روایت کریں، اس کی تصدیق نہ کرو، کیونکہ انھوں نے ان کو محفوظ نہیں رکھا) 'وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ'* ''اور نہ ان کی تکذیب کرو''، (کیونکہ ممکن ہے وہ ان باتوں میں سے ہو جس کی حقیقت ابھی ہمارے سامنے نہیں آئی ہے)۔

اگر تم کو شبہ ہو کہ یہ کتب مقدسہ غیر محفوظ ہیں، اس وجہ سے اگر قرآن کی تاویل میں ہم ان سے رجوع کریں گے تو غلطی میں پڑنے کا امکان ہے، تو یہ شبہ بالکل بجا ہے۔ لیکن ہم یہ بات نہیں کہتے، ہمارا کہنا یہ ہے کہ پہلے قرآن کو خود قرآن اور عربی زبان کی مدد سے سمجھنا چاہیے۔ پھر اگر کتب مقدسہ میں کوئی ایسی بات ملے جو معنی اور اسلوب کے اعتبار سے قرآن سے ملتی جلتی یا اس سے واضح تعلق رکھتی ہوئی نظر آئے تو دونوں باتوں پر تدبر اور دونوں کے اسلوبوں کے تقابل سے قرآن مجید کی بلاغت واضح ہو گی۔ نیز مختلف معانی میں سے ہم جس مفہوم کو ترجیح دیں گے، اس تائید مزید سے اس پر ہمارا اعتماد مضبوط ہو گا۔ علاوہ بریں، وحی قدیم کی بعض ایسی باتوں کا مفہوم ہم پر واضح ہو جائے گا جس کا واضح ہونا بظاہر محال نظر آتا ہے۔ یہ چیز اہل کتاب کے ارباب نظر کے لیے قرآن کی صداقت کی اور ہمارے لیے خود

* بخاری، رقم ۴۲۱۵۔

ان کی کتابوں کی صداقت کی ایک دلیل ہوگی، جس سے باہمی محبت کی راہیں بھی کھلیں گی اور یہ چیز ان کی ہدایت کے لیے بھی راہ ہموار کرے گی۔

لیکن اس کے برعکس، تم دیکھتے ہو کہ بعض مسلمان انجیل کی آیتوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور جو لوگ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مذاق اڑائیں، ان کی شکایت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کس سے کی جاسکتی ہے؟ مسلمانوں کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ ان کو صرف خوب صورت انداز سے مباحثہ کی اجازت دی گئی ہے اور مخالف فریق کو برا بھلا کہنے سے نہایت سختی کے ساتھ روکا گیا ہے۔ اس چیز کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوا کہ ہم سے ان کی دوری بڑھتی گئی اور خلیج اختلاف وسیع تر ہوتی چلی گئی اور پھر لازمی نتیجہ کے طور پر قبول حق سے بھی وہ محروم رہے، حالاں کہ اگر یہ سچ ہے تو حق باطل پر غالب رہتا ہے اور روشنی تاریکی کو مٹا دیتی ہے، تو ہمارے اور ان کے درمیان اس سے بڑھ کر کوئی حجت نہیں ہوسکتی کہ ہم دونوں چیزوں کو ایک ساتھ برابر رکھ دیں کہ جس کے اندر عقل اور مذاق سلیم موجود ہے، وہ ان میں سے بہتر کو خود منتخب کر لے۔ قرآن مجید نے ہدایت پانے والوں کی تعریف یہی کی ہے: 'اَلَّذِيۡنَ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَيَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ'* (جو لوگ بات سنتے ہیں اور پھر اس میں جو بہتر ہوتی ہے، اس کی پیروی کرتے ہیں)۔

یہ وجوہ داعی ہوئے کہ عہد جدید اور عہد عتیق میں جو کچھ ہے میں اس کی بھی جستجو کروں۔ میری نیت نیک ہے اور میرا اعتماد اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اسی سے التجا ہے کہ وہ خیر کی راہوں میں میری رہنمائی فرمائے۔

ایک مستقل مقدمہ میں، میں ان باتوں کا ذکر کروں گا جو نصاریٰ کی گمراہی کا باعث ہوئیں اور جن پر ان کے موجودہ دین کی تمام عمارت قائم ہے۔** مثلاً 'إبن' اور 'أب' کے الفاظ، روٹی اور شراب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گوشت اور خون بن جانا، یہ بات کہ وہ خداوند کے دہنے جانب بیٹھے ہیں، فرشتوں کی فوج میں اتریں گے اور قیامت کے دن عدالت کریں گے، یہ بات کہ وہ فارقلیط کو بھیجیں گے جو نصاریٰ کو تمام تفصیلات شریعت کی تعلیم دے گا۔ نیز یہ امر کہ ان کے زمانہ کے لوگ ان تمام باتوں کو دیکھیں گے جن سے انھوں نے ڈرایا ہے۔ ان تمام امور کی حقیقت الفاظ کے معانی کی تحقیق سے واضح ہو جائے گی۔

---

* الزمر ۳۹: ۱۸۔

** اس عنوان پر مولانا نے ''الاکلیل فی شرح الانجیل'' کے نام سے مستقل رسالہ لکھنا چاہا تھا کہ اس کی تکمیل نہ فرما سکے۔

محمد وسیم اختر مفتی

حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

حضرت ضماد بن ثعلبہ کا شمار السابقون الاولون (التوبہ ۹: ۱۰۰) میں ہوتا ہے۔ ازد شنوءہ قبیلہ سے ہونے کی وجہ سے ازدی کہلاتے تھے۔ کہلان بن سبا کی چوتھی نسل، ازد بن غوث سے منسوب قحطانی قبیلہ بنو ازد یمن میں خوش حال زندگی گزار رہا تھا۔ یمن کی وسطی شاہراہ کے دونوں جانب پھل دار درختوں کی قطاریں تھیں جو مارب کے ڈیم سے سیراب ہوتیں۔ ازد بن غوث کا اصل نام ازدراء یا ذراء تھا۔ کئی روایات میں اسد اور کچھ میں عسد بیان کیا جاتا ہے۔ تمام انصار مدینہ اسی کی اولاد تھے۔ یہ بات حضرت حسان بن ثابت کے اس شعر سے عیاں ہے جو ''جمہرۃ النسب'' (۶۱۵) اور ''لسان العرب'' (مادہ: غسن) میں اس طرح نقل کیا گیا ہے:

اما سألتِ فانا معشر نجب   الأزد نسبتنا و الماء غسان

''(اے آل معاذ کی بیٹی!)، تو نے ہمارا نسب پوچھا ہے تو سن لے، ہم شرفا کا گروہ ہیں، ہمارا نسب ازد بن غوث سے ملتا ہے اور ملک غسان کا پانی پی رکھا ہے۔''

لیکن ''دیوان حسان'' (۱/۷۶) میں اس طرح درج ہے:

إن كنتِ سائلة، و الحق مغضبة   فالأسد نسبتنا و الماء غسان

''(اے آل فراس کی بہن!)، خدائے حق کی قسم، تو نے اگر غضب ناک ہو کر پوچھا ہے تو سن لے کہ ہمارا نسب اسد بن غوث سے ملتا ہے اور چشمۂ غسان کا پانی پی رکھا ہے۔''

کہا جاتا ہے کہ لخم بن عدی ازدی نے ایک چوہے کو مارب کا بند کھودتے دیکھا تو سیلاب کا خطرہ محسوس کرتے ہی

وہاں سے چلتا بنا۔شکست وریخت کے بعد سد مارب ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوا تو وہ زور کا سیلاب آیا جسے قرآن مجید نے 'سَیۡلَ الۡعَرِمِ' (سورۂ سبا ۳۴: ۱۶) کہہ کر پکارا ہے۔ بنو ازد سبا چھوڑ کر حجاز، تہامہ، عمان اور عراق میں بکھر گئے، اس طرح یہ حکم الٰہی پورا ہوا:

فَجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِیۡثَ وَ مَزَّقۡنٰهُمۡ كُلَّ مُمَزَّقٍ. ''تو ہم نے انھیں قصہ ہاے پارینہ بنا دیا اور ان کو تتر بتر کر چھوڑا۔'' (سورۂ سبا ۳۴: ۱۹)

ازد کی ایک شاخ شنوءہ (اصل نام: عبداللہ بن کعب یا کعب بن حارث) سے منسوب ہونے کی وجہ سے ازد شنوءہ کہلاتی تھی۔ ازدیوں میں اس کا نسب خالص سمجھا جاتا تھا، یہ شام کے علاقے سراۃ میں مقیم ہو گئی۔ ازد کے دوسرے قبائل میں سے بنوخزاعہ طویٰ کو ہجرت کر گئے۔ بنوغسان بصریٰ میں قیام پذیر ہوئے۔ ازد عمان نے طائف میں اور اوس و خزرج نے یثرب میں سکونت اختیار کر لی (ابن خلدون ۲/ ۳۳۲)۔ یاقوت حموی کہتے ہیں کہ ازد کی چار شاخیں تھیں: ازد شنوءہ، ازد سراۃ، ازد غسان اور ازد عمان (معجم البلدان ۳/ ۳۶۹)۔ شنوءہ صنعاء سے سوا تین سو میل دور ایک خطہ تھا جس سے ازد شنوءہ منسوب ہوئے (معجم البلدان ۳/ ۳۶۸)۔ اہل لغت نے ازد شنوءہ کے معنی متعین کرنے کے لیے لغت سے استشہاد بھی کیا ہے۔ ابن سکیت 'شنآن' (بغض وعداوت) پر محمول کرتے ہوئے کہتے ہیں: بنوازد اپنے باہمی جھگڑوں اور وطن چھوڑ کر چلے جانے کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوئے۔ خفاجی نے 'شنوءۃ' (عیوب سے بچ کر پاک دامن رہنے کی کوشش کرنا) پر قیاس کیا، ان کا کہنا ہے کہ اعلیٰ نسب اور اپنے عمدہ کاموں کی بنا پر انھیں یہ نام ملا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ضماد ازدی طبابت کے ساتھ جھاڑ پھونک کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ حضرت ضماد ایک بار مکہ آئے تو کم عقل لوگوں سے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جادو کرنے لگ گئے ہیں، علم نجوم میں پڑ کر غیب گوئی کرنے لگے ہیں یا انھیں جنون لاحق ہو گیا ہے۔ پوچھا: وہ کہاں ہیں؟ ہو سکتا ہے اللہ انھیں میرے ہاتھوں شفا دے دے۔ پھر چند بچوں کو آپ کا پیچھا کرتے دیکھا تو کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، میں جنون کا علاج کرتا ہوں، اللہ جسے چاہتا ہے، شفا دے دیتا ہے۔ آپ بھی علاج کرا لیں۔ آپ نے فرمایا:

إن الحمد لله، نستعينه و نستغفره، و نعوذ بالله من شرور أنفسنا. من يهده الله فلا مضل له، و من يضلل فلا هادي له.

''بلاشبہ، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، ہم اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے مغفرت کے طلب گار ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کے شر سے اللہ ہی کی پناہ چاہتے

وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، و أشهد أن محمدًا عبده و رسوله.

(احمد، رقم ۲۷۴۹)

ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے گمراہ کرنے والا کوئی نہ ہو گا اور جسے وہ گمراہ کر دے، کوئی اسے ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی اس کا شریک کار نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔‘‘

ضماد کہتے ہیں کہ میں نے کاہنوں کا بیان، جادوگروں کی گفتار اور شاعروں کا کلام سن رکھا تھا، ایسے کلمات کبھی نہ سنے تھے، اس لیے آپ سے یہ کلمات دہرانے کی درخواست کی۔ آپ کے دہن مبارک سے تین بار یہ الفاظ سننے کے بعد میں نے کہا: یہ کلمات تو بلاغت کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ ہاتھ بڑھائیے، میں اسلام قبول کرنے کے لیے آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں، میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضماد سے بیعت لی، پھر دریافت فرمایا: اور آپ کی قوم کی بیعت؟ حضرت ضماد نے کہا: جی ہاں، میری قوم کی طرف سے بھی بیعت لے لیجیے۔ اس طرح حضرت ضماد بھی زمرۂ السابقون الاولون میں شامل ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ بعد ازاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا ایک دستہ حضرت ضماد کی قوم کے پاس سے گزرا تو کسی صحابی نے ان کی کوئی شے، لوٹا یا کچھ اور حاصل کر لیا۔ حضرت ضماد کے علاقے سے گزر نے کے بعد امیر سریہ نے قسم دے کر کہا: جس کسی نے بھی اس سرزمین والوں کا کچھ لیا ہے تو واپس کر دے۔ سب نے کہا: اللہ امیر کا بھلا کرے، ہم نے کچھ نہیں چھینا۔ کچھ دیر کے بعد ایک شخص ایک لوٹا لے آیا اور کہا: میں نے یہ لیا تھا۔ اسے واپس کرو، کمانڈر نے حکم دیا، یہ حضرت ضماد کی قوم ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر رکھی ہے (مسلم، رقم ۱۹۶۳، احمد، رقم ۲۷۴۹)۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ وہ لوٹا نہیں، بلکہ زمینوں کی آب رسانی کے لیے استعمال ہونے والا اونٹ تھا۔

اس سریے کی تعیین نہیں ہو سکی۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ اسے خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا، جبکہ ابن عبدالبر کا خیال ہے کہ یہ سریہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفۂ اول حضرت ابوبکر نے بھیجا تھا۔

سیرت نگار کہتے ہیں کہ حضرت ضماد زمانۂ جاہلیت میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔ ابتداے اسلام میں حضرت ضماد کے مشرف بہ اسلام ہونے کا ذکر کتب سیر میں ملتا ہے، لیکن ان کے بعد کے حالات کی کوئی خبر نہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ایسے لگتا ہے کہ انھوں نے باقی زندگی اپنی قوم میں گزار دی اور جزیرہ نمائے عرب میں دین حق کے غلبہ پانے سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ ۱۰ھ میں صرد بن عبداللہ ازدی دس (یا پندرہ) رکنی وفد لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انھیں بنوازد کے مسلمانوں کا امیر مقرر کر کے یمن کے پڑوسی مشرک قبائل سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ ازدعمان سے سلمہ بن عیاض ازدی بھی وفد لے کر پہنچے۔ حضرت ضماد اس وقت زندہ ہوتے تو ضرور ان کا تذکرہ ہوتا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بنوازد میں ارتداد پھیل گیا تو عثمان بن ابوالعاص کو ان کی سرکوبی کے لیے شنوءہ بھیجا گیا۔ تب ازدی دوبارہ اسلام کے جھنڈے تلے آ گئے۔ ۳۶ھ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے، لیکن حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی کش مکش میں وہ طرفین میں منقسم ہو گئے۔ انھوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ساتھ بھی دیا۔ بعد کے ادوار میں بھی ازد قریباً ہر معرکے میں فوج کا حصہ رہے۔

مطالعۂ مزید: المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، معجم البلدان (یاقوت الحموی)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، السیرۃ النبویۃ (ابن کثیر)، تاریخ الاسلام (ذہبی)، کتاب العبر و دیوان المبتدا والخبر (ابن خلدون)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، معجم قبائل العرب (عمر رضا کحالہ)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

نذیر احمد علائی*

نظم قرآن: ایک مطالعہ

قرآن کریم کے بے شمار علوم میں سے ایک علم نظم و مناسبت کا بھی ہے جس کی بنیاد قرآن مجید کی ترتیب کے توقیفی ہونے پر ہے، اس کے بارے میں جدید و قدیم لٹریچر میں بہت سے نظریات ملتے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نظم کی لغوی تعریف

باہم ملانا، ترتیب دینا، منسلک کرنا[1]۔

اصطلاحی تعریف

کسی ایک آیت میں یا جملہ آیات یا سورتوں کا باہمی ربط سبب نظم قرآن یا مناسبت قرآن کہلاتا ہے[2]۔

نظم و مناسبت کے تین اقسام

ایک جماعت نے اس علم کے محض عقلی ہونے کی بنیاد پر اس سے ذرہ برابر بھی اعتنا نہ کیا۔ دوسرا گروہ قرآن میں نظم و مناسبت کو اہمیت تو دیتا ہے، لیکن ہر جگہ تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے لازمی قرار دیتا ہے۔ تیسرا مکتبۂ فکر وہ ہے جو

* ریسرچ اسکالر، شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، انڈیا۔

[1] القاموس الوحید، وحید الزماں قاسمی کیرانوی ۱۶۶۹۔

[2] مباحث فی العلوم القرآن، مناع القطان ۹۷۔

کل قرآن کو منظّم و مربوط تسلیم کرتا ہے۔ بنیادی طور پر نظم کے دو اقسام ہیں: ایک وحدۃ الموضوع، یعنی موضوع اور مرکزی نقطۂ نظر کی وحدت اور دوسری قسم مناسبت۔ اس کی دیگر انواع الفاظ کا الفاظ سے ربط، اجزاے آیات کا نظم، آیات اور سورتوں کی مناسبت وغیرہ ہیں۔ پورے قرآن میں وحدت موضوع کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا ایک ہی عنوان ہو اور اس کے تحت تمام سورتوں اور آیات کو لایا گیا ہو۔ ابن عربی القاضی لکھتے ہیں: 'إرتباط آی القرآن بعضها ببعض حتّی تکون کالکلمة الواحدة'[3]، یعنی قرآن مجید کی آیات ایک دوسرے سے اس طرح مرتبط ہیں، گویا وہ ایک ہی کلمہ ہے۔ وحدت موضوع ہی میں دوسرا پہلو یہ ہے کہ سورہ ماسبق کے کسی ایک اہم پہلو کی وضاحت کے باب میں ہو، جیسے سورۂ حجرات، جو سورۂ فتح کی آخری آیت کی تفسیر ہے[4]۔

آیات قرآن کے مابین نظم و مناسبت

اس کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱۔ نظم ظاہر،

۲۔ نظم غامض۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نظم ظاہر

دوسری آیت پہلی آیت کا بدل ہو، جیسے ارشاد ہے: 'اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ، صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ' (الفاتحہ ۱: ۶-۷)

نظم غامض

آیات کے مابین ایسا ربط ہو جو نہ تو ظاہر ہو اور نہ ہی لفظوں سے کھل کر واضح ہو رہا ہو، بلکہ معنوی اور تعبیری طور پر حاصل ہو، آیات کا نظم غامض کہلاتا ہے، جیسے ارشاد ہے: 'يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسًا يُّوَارِيۡ سَوۡاٰتِكُمۡ وَرِيۡشًا وَلِبَاسُ التَّقۡوٰى ذٰلِكَ خَيۡرٌ ذٰلِكَ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ' (الاعراف ۷: ۲۶)۔ یہاں حقیقی لباس کے ساتھ لباس تقویٰ کا ذکر ہے۔

---

[3] سراج المریدین، ابن العربی، القاضی: بحوالہ، البرہان فی علوم القرآن، بدرالدین زرکشی ۱/ ۳۷۔

[4] تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی، ۱/ن۔ و ایضاً، ۷/ ۴۷۹۔

نظم ومناسبت کی اہمیت وافادیت

یعنی اسرائیلیات سے اجتناب، روایات کی حقیقت سے واقفیت اور ان میں صحیح وضعیف کا امتیاز اور تفاسیر میں موضوع روایات کس طرح راہ پا گئیں۔ان سب چیزوں کی معرفت، ان کا سد باب، گویا اس حیثیت سے نظم کے تحت قرآن کی تفسیر کرنا ایک بہت ہی اہم اور مفید ذریعہ ہے۔یہی نظم، تفسیر القرآن بالقرآن کا بھی ایک اہم جز ہے۔مثلاً ارشاد باری ہے: 'وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ' (الحج ۲۲:۵۲)۔مذکورہ آیت کے بارے میں بیش تر مفسرین نے اپنی تفاسیر میں قصۂ غرانیق کو منطبق کرنے کی کوشش کی ہے، یعنی بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس چیز کو ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آیت 'وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى' (النجم ۵۳:۲۰) پڑھنے کے دوران شیطان نے 'تلك الغرانيق العلى و أن شفاعتهنّ لترجى' کے الفاظ شامل کر دیے، اس روایت کے مرسل طرق سے وارد ہونے کی وجہ سے علماے حدیث نے رد کر دیا، مگر جن علماے تفسیر نے آیات کے نظم وربط اور موضوعی وحدت کا خیال رکھا، مثلاً برہان الدین عمر بقاعی نے اپنی تفسیر ''نظم الدرر'' میں اور ابوحیان نے ''البحر المحیط'' میں ذکر کیا ہے کہ آیت بالا میں 'اَلشَّيْطٰنُ' سے النضر بن الحارث جیسے انسان نما شیطان مراد ہیں جو اپنی قوم اور بیرونی زائرین کو اسلام سے دور رکھنے کے لیے شکوک وشبہات میں ڈالتے تھے، کیونکہ مذکورہ آیت سے قبل یہ آیت آئی ہے، ارشاد ہے: 'وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ' (الحج ۲۲:۵۱) (جن لوگوں نے ہماری آیات کو شک وشبہ کا ذریعہ بنانے کی سعی کی وہی دوزخی ہیں) گویا ان انسان نما شیطان کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی تھی کہ لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالیں اس سعی کو شیطان کی طرف اس لیے منسوب کیا گیا کہ انسانی شیاطین اسی کی جنس میں شمار ہوتے ہیں[۵]۔

مولانا شبیر احمد عثمانی مذکورہ آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ جب کوئی نبی یا رسول کوئی بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے تو شیطان اس بیان کی ہوئی بات یا آیت میں طرح طرح کے شکوک وشبہات ڈال دیتا ہے۔ مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت: 'حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ' (المائدہ ۵:۳) پڑھ کر سنائی تو انسان نما شیطان نے شبہ ڈالا کہ دیکھو اپنا مارا ہوا تو حلال اور اللہ تعالیٰ کا مارا ہوا حرام کہتے ہیں[۶]۔

---

۵ البحر المحیط، ابوحیان ۶/۳۵۲، نظم الدرر...، بقاعی ۱۳/۶۷۔

۶ تفسیر عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی ۴۵۰۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

مزید انسان نما شیطان کی وضاحت اس آیت میں بالکل صاف نظر آتی ہے: ’وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ یُوۡحِیۡ بَعۡضُہُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا وَلَوۡ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوۡہُ فَذَرۡہُمۡ وَ مَا یَفۡتَرُوۡنَ‘ (الانعام ۶:۱۱۲)۔ مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ ”ہر نبی کو اپنے اپنے زمانہ کے شیاطین جن وانس نے دکھ پہنچایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے لیڈروں اور ان کے ہم نواؤں نے بہت دُکھ پہنچایا[7]“۔

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ ”رؤساے مکہ ہی نہیں، بلکہ ہمیشہ کافروں کے سردار حیلے نکالتے رہے ہیں تاکہ عوام الناس پیغمبروں کے مطیع نہ ہو جائیں، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزہ دکھایا تو فرعون نے حیلہ نکالا کہ سحر کے زور سے سلطنت لیا چاہتا ہے“، قرآن میں آیا ہے: ’وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنَا فِیۡ کُلِّ قَرۡیَۃٍ اَکٰبِرَ مُجۡرِمِیۡہَا لِیَمۡکُرُوۡا فِیۡہَا وَ مَا یَمۡکُرُوۡنَ اِلَّا بِاَنۡفُسِہِمۡ وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ‘ (الانعام ۶:۱۲۳[8])۔

قرآن کریم میں موضوعی وحدت: سورتوں کا نظام، تفسیر القرآن بالقرآن کا جزو لاینفک ہے، لیکن مطالعہ قرآن میں اس منہج کی معرفت کے لیے قرآن میں تدبر وتفکر بہت ضروری ہے اور یہ بغیر بہت گہرے سوچ بچار کے حاصل نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے بغیر سوچے سمجھے قرآن پڑھنے والوں سے ناگواری کا اظہار کیا ہے، ارشاد ہے: ’اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُہَا‘ (محمد ۴۷:۲۴)۔ دوسری جگہ آیا کہ جو لوگ دل، کان، آنکھ ہونے کے باوجود ان سے کام نہیں لیتے، یعنی دل سے آیات اللہ میں غور نہیں کرتے ہیں نہ قدرت کی نشانیوں کا بغور مطالعہ کرتے ہیں، ان لوگوں کا حال چوپائے سے بھی بدتر ہے، کیونکہ جانور مالک کے بُلانے پر چلا آتا ہے، مگر کچھ لوگ کبھی مالک حقیقی کی آواز پر کان نہیں دھرتے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ’وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَہَنَّمَ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ لَہُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَہُوۡنَ بِہَا وَلَہُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِہَا وَلَہُمۡ اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِہَا اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ‘ (الاعراف ۷:۱۷۹)۔ غور وفکر کرنے والوں کے لیے قرآن کریم کے معانی ومفاہیم اور عجائب ولطائف ختم نہیں ہوتے ہیں اور نہ بار بار دہرانے، پڑھنے سے پرانا ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے: ’وَیَوۡمَ نَبۡعَثُ فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیۡدًا عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَجِئۡنَا بِکَ شَہِیۡدًا عَلٰی ہٰۤؤُلَآءِ وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّہُدًی وَّرَحۡمَۃً وَّبُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ‘ (النحل ۱۶:۸۹)۔ مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ

---

۷ تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی ۳/ ۱۴۲-۱۴۳۔

۸ تفسیر عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی ۱۹۱۔

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'قد بیّن لنا فی ھذا القرآن کل علم و کل شئ' (اس قرآن میں ہمارے لیے تمام معلومات اور تمام اشیا بیان کر دی گئی ہیں[9])۔

قرآن کی یہ حقیقت بھی اسی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے، ارشاد ہے: 'وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ' (لقمان ۳۱: ۲۷)۔

غور و فکر کے نتیجہ میں قرآن کے عجائب و لطائف نہ ختم ہونے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے: 'قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا' (الکہف ۱۸: ۱۰۹)۔ اس طرح مطالعہ قرآن کے دوران پوری سورہ پر مجموعی نظر نہایت ضروری ہے، اس لیے کہ ایک مفسر کا یہ حق بنتا ہے کہ سورہ کے مختلف اجزا کے درمیان موضوعی رشتوں پر اس وقت تک غور نہ کرے، جب تک کہ سورہ کے تمام اجزا کو شمار اور اس کے مقاصد کا تعین کر کے پوری سورہ پر پوری طرح سے غور و فکر نہ کرے[10]۔

مذکورہ بالا آیات سے مترشح ہوا کہ کسی بھی سورہ کے تفہیم النظم کے لیے پوری سورہ پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ جیسے کسی مسئلہ کے سمجھنے کے لیے اس کے تمام اجزا پر تدبر و تفکر کرنا لازمی ہوتا ہے[11]۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عود الی البدء: ایک منہج

آغاز کی طرف واپسی کے اصول میں مولانا فراہی نے لکھا ہے کہ ''میں نے اللہ کی کلام کی ترتیب میں دیکھا کہ کلام ایک بات سے دوسری بات کی طرف لوٹتا ہے، ان میں ہر بات مقصود ہونے کی مستحق ہوتی ہے[12]۔ چند مثالیں:

۱۔ ابتدا ارشاد باری ہے: 'یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَیْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ' (الممتحنہ ۶۰: ۱)۔

انتہا ارشاد ربانی ہے: 'یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ

۹۔ تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر ۲/ ۵۸۲۔

۱۰۔ البناء العظیم ۱۹۹۔

۱۱۔ الموافقات فی اصول الشریعہ، الشاطبی ۳/ ۴۱۳۔

۱۲۔ دلائل النظام، علامہ حمید الدین فراہی ۵۵۔

كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ‘(الممتحنہ ۶۰: ۱۳)۔

۲۔ابتدا ارشاد باری ہے: ’سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ‘(الحشر ۵۹: ۱)۔

انتہا ارشاد ربانی ہے: ’هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ‘(الحشر ۵۹: ۲۴)۔

۳۔ابتدا ارشاد ربانی ہے: ’قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ‘(المومنون ۲۳: ۱)۔

انتہا ارشاد باری ہے: ’وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ‘(المومنون ۲۳: ۱۱۸)۔

۴۔ابتدا ارشاد سبحانی ہے: ’قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ‘(الاخلاص ۱۱۲: ۱)۔

انتہا ارشاد ربانی ہے: ’وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ‘(الاخلاص ۱۱۲: ۴)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

پورے کلام اللہ میں موضوعی وحدت

قرآنی آیات کے درمیان ارتباط و مناسبت کے اعتراف کا مطلب یہ ہے کہ مختلف، متنوع اغراض و مقاصد کے باوجود ہر سورہ ایک عام مقصد کے تحت متعین موضوعی وحدت سے مربوط ہوتی ہے، آیات قرآنی کی ترتیب کے باب میں تو اتفاق ہے کہ وہ توقیفی ہے اور سورتوں کے باب میں بھی یہی راجح ہے کہ وہ بھی توقیفی ہے، اس لحاظ سے متقدمین و متاخرین مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تفسیر القرآن بالقرآن سب سے زیادہ معتبر اور صحیح ترین طریقۂ تفسیر ہے، کیونکہ قرآن شریف میں جو بات ایک جگہ مجمل بیان ہوئی ہے، دوسری جگہ اس کی توضیح اللہ نے خود ہی کر دی، اور جو بات ایک جگہ مختصر بیان ہوئی ہے، دوسری جگہ اس کی تفصیل پیش کر دی ہے[۱۳]۔

اس سلسلے میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ’اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ‘(الزمر ۳۹: ۲۳) مذکورہ آیت میں ’مُتَشَابِهًا ‘ کے معنی، قرآن کے بعض حصے بعض سے مشابہ اور مثانی کے معنی ہیں کہ اس کے موضوعات کو بار بار دہرایا گیا ہے، اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ کل قرآن میں موضوعی وحدت ہے۔

قرآن کریم کل علوم کا منبع

حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک سو چار کتب اتاریں، ان کے علوم چار کتابوں ـــــ

۱۳؎ مقدمۃ فی اصول التفسیر، ابن تیمیہ ۱/ ۳۹۔ دلائل النظام، علامہ فراہی ۱۷۔

توریت، انجیل، زبور اور فرقان ـــــ میں جمع کیے، سمو دیے، پھر ان چاروں کتب کے علوم فرقان حمید میں یکجا کیے، پھر علوم القرآن کو مفصل سورتوں میں جمع کیا، پھر مفصل سورتوں کے علوم سورۃ الفاتحہ میں سمو دیے۔ اب جس نے اس سورہ ''الحمد'' کا علم حاصل کر لیا، گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام کتب کے علوم حاصل کر لیے، اور جس نے اس سورہ کی تلاوت کی، اس نے گویا توریت، انجیل، زبور و فرقان، سب کی تلاوت کی۔[14]

علامہ حمید الدین فراہی نے بھی لکھا ہیں کہ ''سورۂ حمد'' جو ایک دیباچہ کی طرح جامع ہے اور اس میں قرآن کریم کی تمام باتوں کی کلید محفوظ ہے۔[15] ارشاد باری ہے: 'اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ' (الزمر ۳۹: ۲۳)۔ مذکورہ آیت کے تحت مشابہ اور مثانی کی چند مثالیں۔

مشابہ کی مثال

ارشاد ہے: 'اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ، الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ، مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ، اِيَّاكَ نَعۡبُدُ، وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ، اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ، صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ' (الفاتحہ ۱: ۱-۷)۔ مذکورہ سورہ میں توحید کی تینوں اقسام اور جزا و سزا اور رسالت کا ثبوت موجود ہے، جیسے ''اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ'' سے توحید اسما و صفات اور ''رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ'' سے توحید ربوبیت ماخوذ ہوتی ہے۔ ''مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ'' سے انصاف پر مبنی جزا و سزا ماخوذ ہے اور ''اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ'' سے توحید الوہیت ماخوذ ہے، اور ''اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ'' سے رسالت کا ثبوت ملتا ہے، کیونکہ یہ راستہ ہم کو رسول ہی نے بتایا ہے۔[16]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مثانی کی مثال

بعض سورتوں پر، جن میں ان کے موضوعات دہرائے گئے، معلوم ہوتا ہے کہ اسلوب و طریق سیاق کے اختلاف کے باوجود معنی و مفہوم میں یکسانیت ہے، بالفاظ دیگر ان سورتوں میں موضوعی وحدت کا اصول حاصل ہوتا ہے، مثال کے طور پر مشرکین سے اظہار براءت کرتے ہوئے سورۂ توبہ اور سورۂ ممتحنہ، دونوں ایک ہی مفہوم سے شروع ہو رہی ہیں، ارشاد باری ہے: 'بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖۤ اِلَى الَّذِيۡنَ عٰهَدۡتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ' (التوبہ ۹: ۱)۔ 'يٰۤاَيُّهَا

[14] التفسیر الکبیر، امام رازی ۷/ ۱۲۲۔ تناسق الدرر فی تناسب السور، السیوطی ۶۔

[15] دلائل النظام، علامہ فراہی ۵۵۔

[16] تیسیر اللطیف المنان فی خلاصۃ تفسیر القرآن، السعدی ۱۲۔

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَقَدۡ کَفَرُوۡا بِمَا جَآءَکُمۡ مِّنَ الۡحَقِّ یُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِیَّاکُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ رَبِّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِهَادًا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِیۡ تُسِرُّوۡنَ اِلَیۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَاۤ اَخۡفَیۡتُمۡ وَمَاۤ اَعۡلَنۡتُمۡ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡهُ مِنۡکُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ‘ (الممتحنہ ۶۰:۱)۔

مذکورہ دونوں سورتوں کا خلاصہ اس سورہ: ’قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ، لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ، وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ، وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ، وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ، لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ‘ (الکافرون ۱۰۹: ۱-۶) میں سمیٹ لیا گیا ہے۔

دوسری مثال

ارشاد باری ہے: ’اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ، اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ‘ (العصر ۱۰۳: ۲-۳)۔ مذکورہ آیت نمبر ۳ میں انسان کے چار اوصاف کا تذکرہ کیا گیا، یعنی ایمان باللہ، عمل صالح، حق کی تلقین اور صبر کی تلقین۔ ان اوصاف کا بیان طویل ترین سورتوں میں ملتا ہے، جیسے سورۂ بقرہ و آل عمران جو اسلام و ایمان کی تفصیلات پر مشتمل ہیں اور سورۂ بقرہ میں مفصل شریعی احکام بھی مذکور ہیں، یہ سب باتیں ’اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ‘ میں مذکور ہیں، اور سورۂ نساء میں رشتہ داروں کے حقوق کی تشریح اور عدل و انصاف کے ساتھ ان حقوق کی ادائیگی کا حکم ہے، ان سب کی تفصیلات مجمل طور پر یوں ہے: ’تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ‘، اور سورۂ مائدہ میں معاملات کی حلت و حرمت کی تفصیلات ہیں، یعنی حلال کی پابندی اور حرام سے پرہیز اور حلال معاملات کو حسب معاملہ پورا کرنے سے متعلق احکام، ان سب کا خلاصہ ’تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ‘ میں بیان کیا گیا، کیونکہ حلال کی فکر اور حرام سے اجتناب صبر کا طالب ہے[۱۷]۔

خلاصۂ بحث

جب تک انسان روے زمین پر موجود ہے اور قرآن کے ماننے والے موجود رہیں گے، وہ قرآن کریم کے نئے نئے مطالب و معانی پر غور و فکر کرتے رہیں گے، جس سے علم تفسیر کے نئے نئے مناہج و مسالک سامنے آتے رہیں گے۔

---

[۱۷] امعان النظر فی نظام الآی من السور، محمد عنایت اللہ سبحانی ۳۱۵۔

اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے، تفسیر القرآن کے کئی رجحانات میں سے ایک نیا رجحان تفسیر موضوعی بھی سامنے آیا ہے، یہ طرز تفسیر نہ صرف نیا ہے، بلکہ یہ اصطلاح چودھویں صدی ہجری کی پیداوار ہے اور اس اصول پر لکھی ہوئی تفاسیر کی تعداد بہت کم ہے۔ اس طرح قرآن کریم پر تدبر و تفکر کے نتیجہ میں نئے نئے اسالیب کا سامنے آنا جس کا اشارہ اس روایت میں محفوظ ہے: ''قال ابن مسعود: من أراد علم الأولین والآخرین فلیثوّر'' (حضرت ابن مسعود نے فرمایا: جو شخص اولین و آخرین کے علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، وہ مباحثہ کرے[۱۸])۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۸؎ بحوالہ، البرہان فی علوم القرآن، بدرالدین زرکشی ۲/ ۱۵۴۔

امین احسن اصلاحی

سلطنت اسرائیل اور یہود سے متعلق قرآن کی پیشین گوئی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سوال: باوجود اس کے کہ یہودیوں کو قرآن میں ملعون و مغضوب قرار دے دیا گیا ہے اور کہہ دیا گیا ہے کہ یہ جہاں کہیں بھی ہوں، ان پر ذلت کی مار ہے۔ قرآن کے اس فرمان کی صداقت مسلم، مگر ذرا سی کھٹک یہ پیدا ہوتی ہے کہ یہ غالب کیوں آ گئے اور فلسطین کی ریاست کے قیام کی بنا پر عرب و عجم پر ان کا سکہ کیوں چلنے لگا کہ آج پورا عرب شاید ہی ان کے مقابلے میں آ سکے۔ آل عمران (۳) کی آیات ۱۱۱ اور ۱۱۲ میرے پیش نظر ہیں۔ یہاں یہ فقرہ بھی موجود ہے: ''ان پر محتاجی و مفلوکی مسلط کر دی گئی ہے''۔

جواب: قرآن مجید میں یہود کے متعلق کوئی پیشین گوئی ایسی نہیں کی گئی ہے جس کی بعد کے حالات و واقعات سے تردید ہو رہی ہو، لیکن لوگ عام طور پر اپنے ذہن میں کوئی مفروضہ قائم کرتے ہیں اور پھر اس مفروضہ کی روشنی میں حالات کو دیکھتے ہیں اور جب حالات اور ذہنی مفروضہ میں مطابقت نہیں پیدا کر پاتے تو شبہات میں مبتلا ہوتے ہیں کہ جب قرآن میں پیشین گوئی اس طرح کی گئی تھی تو واقعات و حالات اس کے خلاف کیوں جا رہے ہیں؟ حالاں کہ اختلاف اگر ہوگا تو ان کے ذہنی مفروضہ اور واقعات میں ہوگا، نہ کہ قرآن مجید میں اور تاریخ سے ثابت شدہ حالات میں۔ آپ نے آل عمران کی جس آیت کی بنا پر سوال کیا ہے، وہ آیت قرآن مجید میں اپنے سیاق و سباق کے ساتھ اس طرح ہے:

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ. لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ. ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ. لَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ. يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ. وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ. (۳:۱۱۰-۱۱۵)

’’اگر اہل کتاب (بنی اسرائیل) ایمان لے آتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ ان میں سے کچھ مومن ہیں اور اکثر فاسق ہیں۔ یہ تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے، مگر یہ کہ زبان درازی کر لیں۔ اور اگر یہ تم سے جنگ کے لیے نکلیں گے تو تمھیں پیٹھ دکھائیں گے۔ پھر ان کی کوئی مدد کرنے والا نہ نکلے گا۔ یہ جہاں کہیں بھی ہیں، ان پر ذلت کی مار ہے، مگر اللہ کے ذمہ کے تحت یا لوگوں کے کسی معاہدہ کے تحت۔ یہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے ہیں اور ان پر پست ہمتی تھوپ دی گئی ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ یہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں اور یہ جسارت انھوں نے اس سبب سے کی کہ انھوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور یہ حد سے بڑھ جانے والے تھے۔ سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں۔ ان اہل کتاب میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اللہ کے عہد پر قائم ہے۔ یہ رات کے وقتوں میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔ یہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہیں اور نیکی کے کاموں میں مسابقت کرتے ہیں، یہ لوگ صالحین میں سے ہیں۔ اور جو نیکی بھی یہ کریں گے، اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ اللہ متقیوں کو جانتا ہے۔‘‘

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس پورے سلسلۂ کلام کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر آپ زیر بحث سوال پر غور کریں گے تو یہ حقیقت آپ پر واضح ہو گی کہ یہاں یہود کا وہ اخلاقی اور سیاسی زوال بیان ہو رہا ہے جس میں وہ ان آیات کے نزول کے زمانہ میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ان یہود کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ یہ لوگ تمھارے مقابل میں نہیں آ سکتے۔ اور اگر آئیں گے تو منہ کی کھائیں گے۔ ان کے حوصلے پست ہو چکے ہیں اور ان کی

ہمتیں ٹوٹ چکی ہیں۔ ان کی مسلسل بدعملیوں کے سبب سے ان پر ذلت اور پست ہمتی کی موت طاری ہو چکی ہے۔ اب اگر یہ کہیں کھڑے نظر آ رہے ہیں تو اپنے بل بوتے پر نہیں کھڑے ہیں۔ یا تو اللہ کے ذمہ نے ان کو امان اور پناہ دے رکھی ہے یا لوگوں کے ساتھ کسی معاہدے کا انھوں نے سہارا حاصل کر رکھا ہے۔

غور کیجیے کہ قرآن مجید نے ان کے بارے میں یہ جو باتیں فرمائی تھیں، وہ حرف حرف کس طرح پوری ہوئیں۔ یہود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے مقابل میں کھلم کھلا میدان جنگ میں اترنے کی جرأت کبھی نہ کر سکے۔ اور اگر پس پردہ کبھی آئے بھی تو انھیں منہ کی کھانی پڑی۔ ان کے جو قبائل مدینہ کے قرب و جوار میں آباد تھے، ان کو یکے بعد دیگرے نہایت ذلت کے ساتھ اپنی بستیاں خالی کرنی پڑیں، یہاں تک کہ حضرت عمر نے ان کو اپنے دور خلافت میں یک قلم جزیرۂ عرب ہی سے جلاوطن کر دیا اور اس کے بعد جہاں بھی ان کو امان ملی یا تو اسلام کے ذمیوں کی حیثیت سے امان ملی یا پڑوسیوں کے رحم و کرم پر انھیں زندگی کے دن گزارنے پڑے۔ کہیں بھی ان کی یہ حیثیت نہیں باقی رہی کہ وہ ایک آزاد اور باعزت قوم کی حیثیت سے اپنے بل بوتے پر زندگی بسر کر سکیں ـــــ مذکورہ بالا آیات کے الفاظ پر اچھی طرح غور کر کے بتائیے کہ ان میں کون سا لفظ ایسا ہے جس کی صداقت بعد کے واقعات نے ثابت نہ کر دی ہو؟

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مذکورہ بالا پیشین گوئی کے علاوہ یہود کے بارے میں ایک اور پیشین گوئی سورۂ اعراف میں ان الفاظ میں وارد ہے:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (۷:۱۶۷)

’’اور یاد کرو، جبکہ تیرے رب نے فیصلہ کیا کہ ان کے اوپر قیامت تک وہ ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو برے عذاب چکھائیں گے۔ بے شک، تیرا رب جلد پاداش دینے والا ہے اور وہ غفور رحیم ہے۔‘‘

یہ پیشین گوئی جس بات کی خبر دیتی ہے، وہ صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ یہود پر ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو قیامت تک برے عذاب چکھاتے رہیں گے۔ اس میں اس بات کی نفی نہیں ہے کہ بیچ بیچ میں ان کو وقفے اور مہلتیں نہیں ملتی رہیں گی، بلکہ آیت کے آخری الفاظ ’اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ‘ سے اس بات کا اشارہ نکلتا ہے کہ خدا ان کی سرکشیوں پر ان کو سزا بھی بھرپور دے گا اور ان کو اپنے قانون کے مطابق مہلتیں بھی عطا فرمائے گا۔

چنانچہ یہود کی تاریخ اور بائیبل ہسٹری کا مطالعہ کیجیے تو آپ اس امر کا اعتراف کریں گے کہ یہود کی تاریخ کا کوئی دور بھی ایسا نہیں گزرا ہے جس میں انھوں نے اپنی سرکشی کی پاداش میں سوء عذاب کا مزہ نہ چکھا ہو۔ میرے لیے ان کی تاریخ کے اس طرح کے سارے واقعات کا حوالہ دینا اس مختصر جواب میں ممکن نہیں ہے۔ میں صرف ان چند واقعات

کا حوالہ دے سکتا ہوں جو یہود کے لیے قومی اور اجتماعی عذاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ سب سے پہلے مصر میں فرعونیوں کے ہاتھوں پامال ہوئے۔ پھر بنوخذنصر (مشہور بخت نصر) کے ہاتھوں ان کی پوری قوم کو اسیری اور غلامی کی ذلت نصیب ہوئی۔ پھر ٹیٹس رومی نے ان کو تاراج کیا۔ پھر عیسائیوں کے ہاتھوں ان کو ذلتیں نصیب ہوئیں۔ پھر مسلمانوں نے ان کو ذمی بنایا۔ اب اس دور آخر میں ہٹلر نے ان کو سوء عذاب کا مزہ چکھایا۔

اس مسلسل عذاب کے دوران میں ان کو مہلت کے وقفے بھی، جیسا کہ عرض کیا گیا ہے، برابر ملتے رہے ہیں اور ان وقفوں میں یہ زور وقوت بھی حاصل کر لیتے رہے ہیں، لیکن یہ زور ودبدبہ جب ان کے مزاج میں فساد پیدا کر دیتا تو اللہ تعالیٰ پھر ان پر اپنے زور آور بندے مسلط کر دیتا جو ان کا سر غرور کچل کے رکھ دیتے۔ سورۂ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں یہ بات بڑی وضاحت سے بیان ہوئی ہے، براہ کرم اس پر ایک نظر ڈال لیجیے، اس سے بہت سی گرہیں کھل جائیں گی۔

اب اس سوال پر غور کیجیے کہ کیا فلسطین میں یہود کی ایک سلطنت قائم ہو جانے سے قرآن کے ان بیانات کی کسی نوعیت سے تردید ہوتی ہے جو اس نے آل عمران اور اعراف کی مذکورہ آیتوں میں دیے ہیں؟

آل عمران کی آیت سے متعلق ہم واضح کر چکے ہیں کہ اس کا کوئی تعلق بھی مستقبل سے نہیں ہے، بلکہ صرف حاضر سے ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کو مستقبل سے متعلق کرنے پر اصرار ہی کرے تو اسے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اس میں یہود کے لیے جس ذلت ومسکنت کی خبر دی گئی ہے، اس میں 'اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ' کا ایک استثنا بھی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی کسی امان کے تحت یا کسی قوم کے ساتھ معاہدے کے تحت ان کو وقتی طور پر اس ذلت سے مہلت بھی مل سکتی ہے۔ چنانچہ سلطنت اسرائیل ہمارے نزدیک اسی طرح کی ایک مہلت کا مولود فساد ہے جو برطانیہ اور امریکہ کے ساتھ یہود کے ناجائز رشتہ سے ظہور میں آیا ہے۔ اس کو یہود کی اپنی کمر کے زور کا نتیجہ جو لوگ سمجھتے ہیں، وہ اسرائیل کی تاریخ سے ناواقف ہیں۔ اس کا ظہور بھی برطانیہ اور امریکہ کی سازش سے ہوا ہے اور اس کا قیام بھی ابھی تک امریکہ اور برطانیہ ہی کے رحم وکرم پر ہے۔

اسی طرح اعراف کی آیت میں جو پیشین گوئی ہے، اس کے متعلق ہم واضح کر چکے ہیں کہ مختلف عذابوں کے بیچ بیچ میں یہود کو کوئی مہلت مل جانا اس کے منافی نہیں ہے۔ اس طرح کی مہلتیں انھیں پچھلے عذابوں کے بعد بھی مل چکی ہیں، اور اسی طرح کی ایک مہلت اب بھی انھیں ملی ہے۔ بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ یہود کے صحیفوں میں اس امر کی

پیشین گوئی موجود ہے کہ ایک طویل انتشار اور ابتری کے بعد یہود آخری دور میں ارض مقدس میں پھر جمع ہوں گے، تو میں اس خیال کی تردید نہیں کرتا۔ قدیم صحیفوں کے بعض اشارات کو اس مفہوم میں لیا جا سکتا ہے۔ میرے استاذ مولانا فراہی بھی فرماتے تھے کہ اس قسم کے اشارات صحف قدیم میں موجود ہیں، بلکہ وہ تو سورۂ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت ۱۰۴ ’وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا‘ (اور ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ اس سرزمین پر رہو پس جب آخری بار کا وعدہ ظہور میں آئے گا تو ہم تم کو جمع کریں گے گروہ در گروہ) کی تاویل اس سورہ کی شروع کی آیتوں کی روشنی میں کرتے تھے، اور اس سے یہ اشارہ نکالتے تھے کہ یہود انتشار اور ابتری کے بعد آخری دور میں ایک مرتبہ ارض مقدس میں پھر مجتمع ہوں گے، لیکن ساتھ ہی انھی آیات کی روشنی میں ان کا یہ خیال بھی تھا کہ اس اجتماع کے بعد ان کی طرف سے جو سرکشی ظہور میں آئے گی، اس کے نتیجہ میں ان کے اوپر خدا کا آخری عذاب نازل ہوگا جو ان کی کمر توڑ کے رکھ دے گا۔ ’واللّٰہ أعلم بالصواب‘۔

آخر میں ایک اور حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دینا ہم ضروری سمجھتے ہیں، وہ یہ کہ مسلمانوں کو اس طرح کی پیشین گوئی پر قومی نخوت سے اپنے ذہن کو پاک کر کے غور کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی قوم سے اس کے ایک قوم ہونے کی حیثیت سے نہ نفرت ہے، نہ محبت۔ اس کی نفرت و محبت قوموں سے ہمیشہ ان کے اعمال کی بنا پر ہوا کرتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جس قوم کو خدا نے مسلمانوں کے ہاتھوں جلا وطن کرایا تھا، اسی قوم کو عین مسلمانوں کے وسط میں دوبارہ اس لیے مجتمع کر دیا ہو کہ مسلمانوں کو تنبیہ ہو کہ اب ان کی نالائقی اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ خدا نے ان کو ایک مغضوب قوم کے فتنوں کا نشانہ بنا دیا ہے۔ اگر مسلمانوں نے تنبیہ سے فائدہ اٹھایا تو ان شاء اللہ سلطنت اسرائیل کا آخری قلع قمع مسلمانوں ہی کے ہاتھوں ہوگا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

شبلی نعمانی

ایثار کی اعلیٰ ترین نظیر

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

کافروں نے یہ کیا جنگ اُحد میں مشہور
کہ پیمبر بھی ہوئے کشتۂ شمشیر دو دم

ہو کے مشہور مدینہ میں جو پہنچی یہ خبر
ہر گلی کوچہ تھا ماتم کدۂ حسرت و غم

ہو کے بیتاب گھروں سے نکل آئے باہر
کودک و پیر و جوان و خدم و خیل و حشم

وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشینان عفاف
جن میں تھیں سیّدۂ پاک بھی بادیدہ نم

ایک خاتون کہ انصاروں کو نام سے تھیں
سخت مضطر تھیں نہ تھے ہوش وحواس ان کے بہم

موقع جنگ پہ پہنچیں تو یہ لوگوں نے کہا
کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم

تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی
تیرے والد بھی ہوئے کشتۂ شمشیر ستم

سب سے بڑھ کر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید
گھر کا گھر صاف ہوا ٹوٹ پڑا کوہِ الم

اُس عفیفہ نے یہ سب سن کے کہا تو یہ کہا
یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ اُمم

سب نے دی اُس کو بشارت کہ سلامت ہیں حضور
گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم

بڑھ کے اُس نے رُخِ اقدس کو جو دیکھا تو کہا
تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہیں سب رنج والم

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org